امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حیات و کارنامے

ولادت ۸۰ھ — وفات ۱۵۰ھ

تالیف

از حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر بانی مجلس علمیہ سیدھا ناگپور

خلیفہ مجاز معی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حیات و کارنامے

ولادت ۸۰ھ — وفات ۱۵۰ھ

تالیف

از حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر و بانی مجلس علمیہ حیدرآباد (انڈیا)

خلیفہ مجاز معی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب

ربانی بک ڈپو کتڑہ شیخ چاندلال کنواں دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : امام اعظم ابوحنیفہؒ حیات وکارنامے

مؤلف : حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب

کمپوزنگ : لیزر کمپیوٹر سروسز دہلی-۶ فون :23217840

مصحح : مفتی محمد رفیق صاحب قاسمی

طباعت : ربانی پرنٹرس 23217840

باہتمام : فیض الرحمن

سن اشاعت : ۲۰۰۹ء

تعداد : 2000

قیمت : 75/-

ناشر:

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاندلال کنواں دہلی

فہرست

چند تمہیدی باتیں 7

(ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ) 15

دورِ صحابہؓ 16

سن رُشد و تعلیم: 20

امام ابوحنیفہؒ اپنے ہم زمانہ محدثین کی نظر میں 26

امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں احادیث کی کتابیں 32

کتب حدیث پر ایک جامع تبصرہ 34

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ 36

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور ان کا تعارف 41

امام ابوحنیفہؒ اور منصب حدیث 55

فقہ اسلامی کی تدوین 59

فقہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں 62

کتب ظاہر الروایہ 64

راویوں پر تنقید کی حقیقت 69

فقہ حنفی کی مختصر تاریخ 75

فقہ حنفی کا ذخیرہ 79
فقہ حنفی اور قرآن وحدیث 80
امام ابوحنیفہؒ کی ایک اور اساسی فکر- رائے قیاس کا مقام 94
رائے وقیاس کی حیثیت 96
امام ابوحنیفہؒ کے ترکِ قیاس کی چند مثالیں 98
امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی 100
اخلاق وعادات 106
صبر وتحمل 108
امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت وبیداری 112
ایک ناکام سازش 114
ظریفانہ لطیفہ 115
عجیب وغریب مناظرہ 116
امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات 118
کتاب الآثار کا تعارف 129
امام طحاویؒ کی فکری تبدیلی 133
وہ اصحاب رسولؐ جن سے امام ابوحنیفہ نے ملاقات کی اور احادیث نقل کیں 135
امام ابوحنیفہؒ کا تابعین کرام سے نقلِ حدیث 138
امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل حدیث 140
اصحاب رسولؐ سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ 142
تابعین کرام سے نقل احادیث کا اردو ترجمہ 144
امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ .. 146
سفرِ آخرت 149

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مولف کتاب ہذا کا خصوصی عربی تعارف جو ایک موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے مکۃ المکرمہ میں حاصل کیا گیا تھا۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔

بعد حمد وصلوٰۃ :-

مولانا عبدالرحمن بن احمد شریف صاحب حیدرآبادی سے میں بخوبی واقف ہوں، مولانا علوم دینی واسلامی کے فاضل ہیں، جنوبی ہند کے دینی وعلمی حلقوں میں آپ کی بیش بہا خدمات رہی ہیں، مولانا نے ہندوستان کے مختلف علمی اداروں سے استفادہ کیا ہے آخر میں مدرسہ مظاہر علوم ضلع سہارن پور (یوپی) سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اصول دین وعلم شریعت میں اعلیٰ سندیں حاصل کیں، تحصیل علم کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تقریباً پندرہ سال درس وتدریس کی خدمات انجام دی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا موصوف نے عامۃ المسلمین کی تعلیم وتربیت کی جانب بھی خصوصی توجہ دی، اس سلسلے میں اہل علم حضرات کیلئے "مجلس علمیہ" کی تأسیس کی جسکا دینی وعلمی حلقوں میں اثر رہا ہے۔

چونکہ مولانا توحید وسنت کے داعی وعلمبردار تھے اپنے شہر میں اہل بدعت کی مخالفتوں سے دوچار ہوگئے، اسی سال موصوف نے فریضہ حج ادا کیا اور انکی خواہش ہے کہ کچھ عرصہ انہی مقامات مقدسہ میں رہ کر علمی ودینی خدمت انجام دیں چنانچہ انہوں اس مقصد کے حصول کیلئے تعاون کی ضرورت ہے، مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ مولانا کے مقصد کی تکمیل ہو، اس بارے میں جو بھی ان کے ساتھ معاونت کریں میں اُن کا شکر گزار رہوں گا،

والسلام

کتبہٗ الفقیر الی اللہ

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

مکۃ المکرمہ

۳ر صفر ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phone { 22543 / 29174 TELE : NADWA
Abul Hasan Ali Nadwi
DARULULOOM NADWATULULAMA
LUCKNOW-226007 (INDIA)

ابوالحسن علی الحسنی الندوی
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ — الہند

تصدیق الشیخ محمد عبد الرحمن بن احمد شرف الہندی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسلین سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

وبعد فإنی أعرف الفاضل الشیخ عبد الرحمن بن احمد شرف الحیدرآبادی الہندی، إنہ رجل فاضل فی العلوم الدینیۃ وقد مارس نشاطاً حسناً فی المجالین العلمی والدینی بجنوب الہند بعد أن درس فی دور تعلیمیۃ عالیۃ مختلفۃ فی الہند وأکمل دراستہ فی المدرسۃ العالیۃ نظام العلوم الواقعۃ فی حیدرآباد ونال شہادات عالیۃ ممتازۃ من غیرہا فی الأصول الدینیۃ والشرعیۃ واشتغل بعد ذلک بالتدریس فی الجامعۃ النظامیۃ الواقعۃ فی حیدرآباد جنوب الہند لمدۃ تربو علی عشر سنوات

وبالإضافۃ إلی ذلک اہتم بشؤون الدعوۃ والتربیۃ الإسلامیۃ وأنشأ مجمعاً إسلامیاً لہذا الغرض، کان لہ أثر حسن فی المجال الدینی، وقد قرض بسببہ لسوط أہل البدع، فکان داعیاً إلی العقیدۃ الصحیحۃ والسنۃ السنیۃ، وقد حج فی ہذا العام وفی نفسہ رغبۃ فی قضاء مدۃ من الوقت فی ہذہ الربوع المقدسۃ مشتغلاً بما یسہم من عمل علمی أو دینی مہم فی حاجۃ إلی من یساعدہ فی تحصیل ہذہ البغیۃ، ولیس فی وسعی أن أحقق للشیخ عبد الرحمن أمنیتہ ہذہ وأکون شاکراً لمن یساعدہ فی ہذا، وعلی ضوء کتب لہ ہذا التصدیق

کتبہ الفقیر إلی اللہ
أبو الحسن علی الحسنی الندوی

۳ رمضان ۱۳۹۸ھ
مکۃ المکرمۃ

چند تمہیدی باتیں

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں ہوئی اور جس کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا۔ امام صاحب کی عمر اُس وقت چھ سال تھی۔

اسکے بعد اسکا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا دس سال حکمرانی کے بعد ۹۶ھ میں اس نے بھی کوچ کیا پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک جانشین بنا تین سال کی حکمرانی کے بعد ۹۹ھ میں یہ بھی رخصت ہوا۔ **غفر لھم اللہ عزوجل.**

سلیمان بن عبدالملک اگرچہ اپنے پیش رو حکمرانوں سے کچھ مختلف نہ تھا تاہم علم دوست مردم شناس، انصاف پسند انسان تھا۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے ہی دوسرے خاندان کو اپنا جانشین قرار دے دیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالعزیز کا یہ ایسا زریں انتخاب تھا جس کو تاریخ اسلامی تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی نہایت درخشاں ونادر کارنامہ شمار کرتی ہے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت اگرچہ نہایت مختصر رہا تاہم ان کی حکمرانی میں خلافت راشدہ کا شرعی نظام لوٹ آیا اور رعایا میں ان کا لقب خلیفہ

خامس (پانچواں خلیفہ) قرار پایا۔

یہ پانچویں خلافت بھی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی صرف ڈھائی سال بعد قضاوقدر کے ہاتھوں نے اس خلافت کا بھی فیصلہ کردیا۔ ۱۰۱ھ میں یہ عظیم و مدبر خلیفہ بھی اس دارِفانی سے کوچ کرگیا۔ وہ دن ہے اور آج ۱۴۳۰ھ خلافتِ راشدہ کا ایسا آخری روشن ستارہ روئے زمین پر دوبارہ طلوع نہ ہوا۔ **فالی الله المشتکیٰ. اللهم اسکنه الجنة جنة الفردوس نعیماً مقیما.**

خلیفہ خامس عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں امام ابوحنیفہؒ کی عمر شریف اکیس (۲۱) سال تھی اور یہ دوران کی تحصیلِ علم کا زمانہ تھا۔ اسی زمانے میں احادیثِ رسولؐ کا صحیح و کامل ذخیرہ جمع ہوچکا تھا۔ مرحوم خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے وقت کے دو عظیم المرتبت محدث ابوبکر بن حزمؒ المتوفی ۱۲۰ھ اور ابن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ کو پابند کردیا تھا کہ جلد از جلد احادیثِ رسولؐ کو کتابی شکل میں جمع کرلیا جائے جو منتشر حالت میں زبانوں اور سینوں میں محفوظ چلی آرہی تھیں۔

مرحوم خلیفہ نے یہ بھی خیال ظاہر کیا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں علماء کی وفات کے ساتھ غیر محفوظ احادیث بھی گم نہ ہوجائیں۔

چنانچہ احادیث صحیحہ کا پورا ذخیرہ کمال احتیاط کے ساتھ مرتب ہوگیا، ائمہ مجتہدین میں امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے اس عظیم ذخیرۂ احادیث کو علم فقہ کے لیے اختیار کیا۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج:۱ صفحہ ۵۲۶ پر علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے اصرار پر اس وقت تدوین حدیث نہ ہوئی ہوتی تو آج اہل اسلام کے پاس احادیثِ رسولؐ کا عظیم ذخیرہ موجود نہ ہوتا تو

امتِ مسلمہ اسوۂ نبی کی تلاش میں متفرق ہو جاتی اور صراط مستقیم گم ہو جاتا۔ فلک الحمدیا ربنا

امام ابوحنیفہؒ کو ایسا خالص وبھرپور علمی ماحول ملا جو بہت کم علماء کا نصیبہ ہوا کرتا ہے۔ فلله الحمد

انہیں شیوخ واکابرین کی حیاتِ طیبہ میں امام ابوحنیفہؒ نے علم وحکمت کا بھرپور حصہ پایا۔ اپنے اساتذہ کرام میں امام حمادؒ سے جو مشہور محدث ابراہیم نخعیؒ کے خصوصی شاگرد اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کے محافظ اور امین تسلیم کیے جاتے تھے۔ مسلسل بیس سال تک استفادہ کیا۔ امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی عمر چالیس سال تھی اور آپ کو ان کی شاگردگی اختیار کیے اٹھارہ سال ہو چکے تھے۔ امام حمادؒ کے انتقال کے بعد اہلِ علم نے امام حمادؒ کی جانشینی کے لیے امام ابوحنیفہؒ کا انتخاب کیا۔

اس طرح امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ کے بعد مسند حدیث وفقہ کو وہ عظمت وشان دی جس پر بارہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی اہل سنت والجماعت کا ۳/۴ حصہ عمل پیرا ہے۔ فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے جو اور کسی فقہ کو میسر نہ آیا۔ علاوہ ازیں سابقہ اسلامی حکومتوں کا اسی (۸۰) فیصد قانون عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر اسلامی ممالک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے۔ اللهم زد فزد

مذکورہ بالا تاریخی حقائق اس لیے پیش کئے گئے ہیں کہ بعض حالیہ اسکالروں اور بے علم وکم علم مسلمانوں کو فقہ حنفی پر اجنبیت بلکہ وحشت وبیزارگی کا مرض لاحق ہو گیا ہے اُن کی صلاح وفلاح کے لیے ایک مخلصانہ سعی کی گئی۔ مزید چند نکات بھی پیش ہیں۔

(اول) فقہ حنفی کی تدوین اس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خیر القرون) قرار دیا ہے۔ (کائنات ارضی کا سب سے بہترین زمانہ)

(دوم) دور صحابہؓ، دور تابعینؒ، دورِ تبع تابعینؒ کا یہی زمانہ تھا جس میں امام ابوحنیفہؒ نے زندگی بسر کی ہے۔

(سوم) کلامِ رسولؐ کی مکمل حفاظت واشاعت بھی اسی دور میں ہوئی ہے۔

(چہارم) احادیث رسولؐ کو بھی اسی دور میں کتابی شکل دی گئی۔[1]

یہ ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور فقہ کو میسر نہ آئیں۔

اسی طرح احادیث رسولؐ کی اولین کتابیں بھی فقہ حنفی کو میسر آئیں۔

ان میں چند کتابوں کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ ہے

(۱) صحیفہ ابوبکر بن حزمؒ المتوفی ۱۲۰ھ۔

(۲) صحیفہ ابن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ۔

(۳) مُسند ابن جریج مکیؒ المتوفی ۱۵۰ھ۔

(۴) مسند ابن اسحاق الصبحیؒ المتوفی ۱۵۱ھ۔

(۵) مسند عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعیؒ المتوفی ۱۵۷ھ۔

(۶) مسند سفیان ثوریؒ المتوفی ۱۶۷ھ۔ کوفہ

(۷) مسند حماد بن سلمہؒ المتوفی ۱۶۷ھ۔ بصرہ

(۸) مسند ربیع بن صبیحؒ المتوفی ۱۶۰ھ۔ بغداد

---

(۱) اس دور کے اکابر محدثین کا تعارف ہماری کتاب ''اکیس جلیل القدر تابعین'' (سیرت تابعینؒ) کا مطالعہ کیجئے۔ گزشتہ چند سالوں سے دہلی، لاہور، کراچی کے کتب خانوں سے شائع ہو رہی ہے۔

(۹) مسند سعید بن ابی عروبہؒ المتوفی ۱۵۶ھ۔
(۱۰) صحیفہ ہمام بن منبہؒ المتوفی ۱۰۱ھ۔
(۱۱) صحیفہ وہب بن منبہؒ ۱۱۰ھ۔

اُس دور میں ایسی احادیث کو (سنن) کا نام دیا جاتا تھا جیسا کہ آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کتابوں کی ساری احادیث امام ابوحنیفہؒ کو صرف دو واسطوں (تابعی، صحابی) سے ملیں ہیں۔ ایسی روایات، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ قسم شمار کی جاتی ہیں۔ جن کو احادیث ثُنائی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ مبارک دور تھا جس میں اسماء الرجال کا علم وجود میں نہ آیا تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ حدیث رسولؐ بیان کرنے والے صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، یا پھر تبع تابعین حضرات تھے جو تمام اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ہدایت یافتہ، امانت ودیانت، تقویٰ وطہارت والے مؤمن تھے جیسا کہ قرآن حکیم واحادیث رسول ﷺ میں آیا ہے۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ مطالعہ کیجئے۔

آیت مذکورہ میں اصحابِ رسول ﷺ اور تابعین کرام کی شان وعظمت کو جس بلیغ عنوان میں بیان کیا گیا ہے ملت کے کسی بھی حلقہ کو یہ عنوان نصیب نہ ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ کو علم فقہ کے لیے ایسے ہی حضرات کی احادیث صحیحہ ملیں ہیں۔ فللہ الحمد

رہی احادیث کی دیگر کتابیں جو مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ ہیں جیسے۔ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبلؒ وغیرہا، یہ ساری کتابیں امام

ابوحنیفہ کی وفات کے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد وجود میں آئیں ہیں۔

اس حقیقت کے بعد یہ بچکانہ خیال کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حنفی، موجودہ کتب حدیث سے مطابقت نہیں رکھتی؟ بے علمی یا بدفہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ کتاب تو بعد میں آتی ہے صاحب کتاب (مؤلف) پہلے آتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں ایک بھی تو ایسا محدث نہ تھا جو مذکورہ کتب صحاحِ ستہ کا مصنف ہو، تو پھر ان کی کتابیں کیسے وجود میں آئینگی؟ اور فقہ حنفی کے دلائل ان کتابوں میں کہاں ملیں گے؟۔

امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ امام بخاریؒ کی وفات ۲۳۶ھ، یہی سن امام مسلم کی وفات کا ہے، امام ترمذی کی وفات ۲۷۹ھ، امام ابوداؤدؒ کی وفات ۲۷۵ھ، امام نسائیؒ کی وفات ۳۰۳ھ، امام ابن ماجہؒ کی وفات ۲۷۵ھ، امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ ہے۔

یہ سارے محدثین امام ابوحنیفہؒ کے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد وجود میں آئے ہیں اور ان کی کتابیں بھی اسی لحاظ سے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد مرتب ہوئیں ہیں۔

لہٰذا ایسی صورت میں ترجیح ان احادیث کو دی جائے گی جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اساتذہ وشیوخ کرام کو ملیں ہیں نہ کہ ان احادیث کو جو سو (۱۰۰) سال بعد امام بخاری، امام مسلم، اور ان کے دیگر ہم عصر محدثین کو ملیں ہیں۔

سو سال پہلے جس روایات کا مقام تھا (صحابہ ومحدثین) کے دور کے دور کی احادیث وہ ہر اُس روایت سے محفوظ، مضبوط، قوی تر ہوگا جو سو سال بعد چار چھ راویوں کی وساطت سے ملا ہو۔

اس لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں۔ وہ اصح الاسانیدہ

علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ، متواترہ، کا مقام رکھتی ہیں۔

قارئین کرام کے پیش نظر یہ بات بھی رہے کہ بخاری شریف کو حدیث کی دیگر کتابوں پر جن وجوہات سے فضیلت حاصل ہے ان میں سے ایک وجہ حدیث ثلاثیات کا وجود ہے۔

یعنی بخاری شریف میں احادیث ثلاثیات موجود ہیں۔

اقسام حدیث میں ایک قسم ''حدیثِ ثُلاثی'' کی ہے جو احادیث میں اعلیٰ واشرف قسم شمار کی جاتی ہے، ثلاثی اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف تین راوی ہیں۔ عام طور پر محدثین کے چار تا چھ راوی ہوا کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب بخاری شریف میں بائیس (۲۲) ثلاثیات لائے ہیں۔ یہ ایک ایسی ندرت وفضیلت ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتی [1] اس لحاظ سے بخاری شریف کی عظمت وشان دیگر کتب حدیث سے کچھ اونچی ہوجاتی ہے۔ کتاب کی اس شان وآن کے باوجود ان بائیس (۲۲) ثلاثیات میں امام بخاری بیس (۲۰) ثلاثیات امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد سے نقل کرتے ہیں۔ گویا امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں یہاں طبقۂ محدثین میں امام ابوحنیفہؒ کی شان وآن انفرادیت سے بھی کچھ آگے ہوجاتی ہے۔ **فللہ الحمد**

علاوہ ازیں ایک نکتہ یہ بھی پیش نظر رہے۔

بخاری شریف اپنی ثلاثیات کے باعث دیگر کتب حدیث میں ممتاز و منفرد ہوگئی ہے یہ ایک حقیقت ہے ٹھیک اسی طرح وہ احادیث (جن سے فقہ حنفی مرتب ہوئی) تین چار راوی نہیں صرف دو ایک روای سے امام ابوحنیفہؒ کو

(۱) حاشیہ: البتہ مسلم شریف میں تین ثلاثیات، ترمذی شریف میں ایک ثلاثی حدیث پائی جاتی ہے۔

ملیں ہیں۔ تفصیل کے لیے جامع المسانید، کتاب الآثار، مسند ابوحنیفہؒ، موطا امام محمد، الفقہ الاکبر، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الآثار امام ابو یوسف مطالعہ کیجئے۔ (ابوزہرہ مصری، ص:۱۹۲)

امام ابوحنیفہؒ کی تمام روایات ثلاثیات سے بھی ایک درجہ اعلیٰ واشرف ہوجاتی ہیں۔

اس لحاظ سے امام صاحبؒ کی روایات کو ثنائیات (دوراوی والی حدیث) کہا جاتا ہے جس میں صرف تابعیؒ اور صحابیؓ ہی راوی ہوا کرتے ہیں۔ والحمد لله رب العالمين.

(ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ)

آپ کا اسمِ گرامی نعمان، کنیت ابوحنیفہؒ، لقب امام اعظم، والد بزرگ کا اسم گرامی ثاب بن زوطی۔ امام ابوحنیفہؒ کے ایک پوتے اسماعیل کہتے ہیں ہم لوگ نسلاً ملک فارس کے ہیں ہمارے دادا حضرت ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے دادا کے والد حضرت ثابت اپنے بچپن میں سیدنا علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، سیدنا علیؓ نے ہمارے خاندان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی جو بعد میں حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔

دورِ صحابہؓ

امام ابوحنیفہؒ مروانی خلیفہ عبدالملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ کے دورِ حکومت میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ آخری زمانہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک سے جن خوش نصیب حضرات کی آنکھیں منور تھیں ان میں سے خاص طور پر یہ اصحاب بقیدِ حیات تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، حضرت سہل بن سعدؓ المتوفی ۹۱ھ، حضرت ابوطفیل عامرؓ بن واثلہ المتوفی ۱۱۰ھ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ ۱۰۰ھ۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ ۱۰۰ھ۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے جو فنِ حدیث کے امام شمار کئے جاتے ہیں فتویٰ لیا گیا (کیا امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں؟) جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کئی ایک صحابیؓ تھے جن سے امام ابوحنیفہؒ نے ملاقات کی ہے۔ (طبقاتِ ابن سعدؒ)۔

مشہور اسلامی مورخ ابن سعدؒ نے بھی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور دیگر صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں موجود تھے، امام ابوحنیفہؒ کا دور طبقۂ تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ اس

میں کسی بھی اختلاف کی گنجائش نہیں لیکن جن لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے کورانہ عداوت وکدورت ہے وہ ایسی بے پروبال جھوٹی تاریخی روایات سے لطف اندوز ہوتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کو اس مقدس طبقہ سے جدا کرتی ہوں۔ یہ لوگ تاریخی حقیقت سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ خسر الدنیا والآخرۃ

اگر کسی مورخ یا کسی عالم نے یہ لکھا بھی ہو کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، یہ اس کی اپنی رائے ہے جب کہ ملت کے مستند ومشہور ائمہ واہل تحقیق نے پورے اعتماد کے ساتھ اسکی تردید بھی کی ہے تو پھر ایسے خواب و خیال کا کیا وزن ہوسکتا ہے؟

طبقات ابن سعد کی مذکورہ بالا روایت جس کا حوالہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے دیا ہے اس قدر مضبوط ومستند ہے کہ اکثر محدثین جن میں خطیب بغدادیؒ، علامہ سمعانیؒ مصنف کتاب الانساب، علامہ نوویؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ زین العابدین سخاویؒ، علامہ ابوالمحاسن دمشقیؒ نے آخری فیصلہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

(عقود الجمان، تذکرۃ الحفاظ)

امام ابن عبدالبرؒ نے بہ سند متصل ابوجعفر محمد بن عمروؒ اور عبداللہ بن جعفر رازیؒ اور محمد بن سماعہؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگرد امام ابو یوسفؒ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ سے سنا فرماتے تھے ۹۳ھ میں میں اپنے والد کے ہمراہ حج کے لیے مکۃ المکرمہ گیا تھا اس وقت میری عمر سولہ ۱۶ سال تھی حج کے بعد مکۃ المکرمہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جن کے اطراف انسانوں کا ہجوم تھا میں نے اپنے والد سے

دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں؟ میرے والد نے فرمایا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزءؓ ہیں (جن کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی) ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث ہیں جن کو انہوں نے آپ سے سنا ہے۔

میں نے اپنے والد سے عرض کیا مجھ کو وہاں لے چلئے میں وہ احادیث سننا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے وہ احادیث سنی جن کو آپ بیان کررہے تھے ان میں یہ حدیث بھی تھی۔

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من تفقه فی دین اللہ کفاهُ اللہ همّه و رزقه من حیث لایحتسبه(الحدیث)

مذکورہ حدیث سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت (تابعی ہونا) ثابت ہوتا ہے وہاں امام ابوحنیفہؒ کا احادیثِ رسولؐ کو سننا اور حاصل کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے امام ابوحنیفہؒ کی تاریخِ پیدائش کے بارے میں جو دوسری روایت موجود ہے۔ خصوصی روشنی پڑتی ہے اس میں امام صاحب کی تاریخ پیدائش ۷۷ھ بیان کی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے والد کے ساتھ ۹۳ھ میں حج کیا جب آپ کی عمر ۱۶ سال تھی اس لحاظ سے آپ کی تاریخ پیدائش ۷۷ھ ہوتی ہے بعض مؤرخین نے اس روایت کو اختیار کیا ہے۔ (۱)

مزید تفصیل ان کتب قدیمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ عقود الجمان حافظ ابوالمحاسن دمشقیؒ، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبیؒ، کتاب الانساب، تہذیب الاسماء

(۱) اکثر مورخین نے امام صاحب کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ کو قرار دیا ہے اور اسی کو ترجیح بھی دی ہے۔

تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد وغیرہ۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو بارہا دیکھا ہے۔ یہی بات علامہ خطیب بغدادیؒ، ابن جوزیؒ، امام مزیؒ، امام یافعیؒ، حافظ عراقیؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، امام سیوطیؒ وغیرہم نے کہی ہے۔ (خیرات الحسان)

علامہ ابن حجر مکیؒ نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے ان حضرات کے یہ نام ہیں ان میں چند ایک کا اضافہ شامل ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ المتوفی ۱۰۰ھ، سہل بن سعدؓ المتوفی ۸۸ھ، ابوطفیل عامرؓ المتوفی ۱۱۰ھ، عبداللہ بن اُنیسؓ المتوفی ۸۲ھ، عبداللہ بن جزءؓ المتوفی ۹۹ھ، جابر بن عبداللہؓ المتوفی ۹۴ھ، عائشہ بن عجرہؓ، واثلہ بن الاسقعؓ ۸۵ھ، معقل بن یسارؓ۔

نوٹ:۔ حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ، اور واثلہ بن الاسقعؓ، ابوحنیفہ کی کمسنی میں تھے تاہم رویت (دیکھنے) کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک صاحبزادے محمد ابن ابوبکرؓ صحابی ہیں جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت چھ ماہ کے تھے۔ صحابیت کے لیے یہ بھی شرط نہیں کہ اس نے رسول ﷺ کو دیکھا ہو اگر رسول نے اس مؤمن کو دیکھ لیا تو وہ بھی صحابی ہو گیا۔

محمود بن لبید انصاریؓ جن کی عمر پانچ سال تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ان کی صحابیت کو امام بخاری نے تسلیم کیا اور ان کی ایک روایت بھی اپنی کتاب بخاری شریف میں نقل کی ہے۔

سِنّ رُشد و تعلیم:

جیسا کہ بیان کیا گیا امام ابوحنیفہؒ کے بچپن کا زمانہ نہایت پُر آشوب تھا۔ مروانی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا دور حکومت تھا اسی خلیفہ کی جانب سے شہر عراق کا گورنر مشہور زمانہ امیر حجاج بن یوسف تھا جس کی سفاکیوں کے واقعات کتب تاریخ میں بکثرت ملتے ہیں۔ خلیفہ عبدالملک نے ۸۶ھ میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا اگر چہ اس کے دورِ حکومت میں اسلامی فتوحات بڑی حد تک ہوئیں لیکن باپ کی میراث سے بھی اس کو حصہ ملا تھا اسلامی و روحانی برکتوں سے یہ دور بھی خالی رہا اس دور کے بارے میں خلیفہ خامس عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے۔

''ولید ملکِ شام میں، حجاج بن یوسف ملکِ عراق میں، عثمان حجاز میں، قُرّہ ملک مصر میں، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی۔''

ایسے پر آشوب دور میں امام ابوحنیفہؒ کی تعلیم و تربیت کے مواقع کم تھے تاہم امام ابوحنیفہؒ اپنے آبائی پیشہ (تجارت) سے وابستگی کے علاوہ شہر کے علمی حلقوں (درسِ حدیث) کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔

خوش بختی تھی امیر عراق حجاج ۹۵ھ میں وفات پا گیا خلیفہ ولید بن

عبدالملک نے بھی ۹۶ھ میں انتقال کیا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک نے مسند خلافت کو زینت دی اس نیک بخت خلیفہ کا ملت اسلامیہ پر جس قدر احسان ہے اس میں سب سے بڑا احسان یہ رہا کہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے ایک عزیز عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا مشیر سلطنت بنالیا تھا اور وفات سے پہلے یہ وصیت کردی تھی کہ میرے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہونگے۔ سلیمان بن عبدالعزیز کا انتقال ۹۹ھ میں ہوگیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تخت نشین ہوئے یہ تخت نشینی اسلامی دور کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو قیامت تک پڑھا وسنا جاتا رہے گا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے تخت نشین ہوتے ہی مروانی طرز حکومت کا تختہ پلٹ گیا۔ ملک میں عدل وانصاف علم وعمل، خیر وبرکت کی ہوائیں چلنے لگیں آزادانہ دین کی دعوت وتبلیغ کا آغاز ہوگیا ایسے ماحول میں علوم مذہبی کی رونقیں جابجا پھیل گئی۔ اسی دور میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیثِ نبوی کو جو منتشر اوراق وزبانوں پر جاری تھیں یکجا کرنے کا حکم دیا۔

وقت کے دو بڑے محدث محمد بن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ، ابوبکر بن حزمؒ المتوفی ۱۲۰ھ نے اس عظیم خدمت کو قبول کیا، احادیث کا مستند ذخیرہ جمع کردیا، تاریخِ اسلام کا یہ وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک احادیث صحیحہ کا خزینہ شمار کیا جائیگا۔

امام ابوحنیفہؒ کو یہی احادیث ملیں تھی جن سے فقہ حنفی مرتب ہوئی)

احادیث نبویؐ کو باضابطہ طور پر مرتب کرنے کا یہ پہلا موقعہ تھا اس کے بعد دیگر کتابیں مرتب ہوئیں۔ اس لیے اسلامی تاریخ میں مذکورہ دونوں محدثین کو مدون اول کہا گیا ہے۔

اول من دوّنَ الْحَدِیْثَ اِبنِ شَهاب الزهری وَ ابوبکر بن

حزم(فتح الباری و عینی وغیرہ)

ترجمہ: سب سے پہلے احادیث رسولؐ کے جمع کرنے والے، (یعنی کتابی شکل میں) محمد بن شہاب زہریؒ، اور ابوبکر بن حزمؒ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ خود فرماتے ہیں مجھ کو بچپن میں تحصیل علم کا داعیہ اس واقعہ سے پیدا ہوا کہ میں ایک دن امام شعبیؒ المتوفی ۱۰۴ھ (جو شہر کوفہ کے ممتاز محدث تھے) کے مکان کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ امام شعبیؒ کی نظر مجھ پر پڑی مجھ کو طلب فرمایا۔ پوچھا کہاں جارہے ہو؟ میں نے ایک سوداگر کا نام لیا فرمایا میرا یہ مطلب نہیں۔ تم کہاں پڑھتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہیں نہیں میرے والد کی تجارت ہے اسی میں کام کرتا ہوں۔ اس پر امام شعبیؒ نے فرمایا مجھ کو تم میں علم کے جوہر نظر آرہے ہیں تم علماء کی صحبت اختیار کرو۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں انکے ان مختصر کلمات نے میرے قلب کو بیقرار کردیا اور میں نے تحصیل علم کا پختہ ارادہ کرلیا۔

یہ امام شعبیؒ وہی عظیم محدث ہیں جن کا پورا اسم گرامی عامر بن شراحیل ہے جو پانچ سو سے زائد اصحاب رسول ﷺ کی زیارت ومحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سیدنا علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، اسی طرح سے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا۔

شہر کوفہ جو امام ابوحنیفہؒ کا وطن تھا اس شہر کی جامع مسجد میں امام شعبیؒ کا حلقۂ درس تھا جس میں علمِ حدیث پڑھنے سننے والوں کی اتنی کثرت ہوا کرتی تھی کہ باری باری سے ایک ایک جماعت استفادہ کیا کرتی۔ یہ سلسلہ صبح فجر

سے نصف النہار تک جاری رہتا حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اصحابِ رسول ﷺ کی اس مسجد میں صبح وشام آمد ورفت رہا کرتی تھی۔ بعض اصحاب رسول کو ان کی مجلسِ علمی میں تشریف فرما دیکھا گیا۔ ایک موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

شعبیؒ کی معلومات مجھ سے زیادہ بہتر ہیں۔ لا الہ الا اللہ

امام زہری جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے جو احادیث رسول ﷺ کو جمع کرنے والوں میں پہلے محدث ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم تو صرف چار ہیں۔

سعید بن المسیبؒ مدینہ منور میں، عامر الشعبیؒ شہر کوفہ میں، حسن بصریؒ شہر بصرہ میں، مکحولؒ ملک شام میں، باقی سب ان کے تحت ہیں۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ، امام شعبیؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے۔ احادیث رسول ﷺ کی یہ درس گاہ شہر کوفہ کی سب سے بڑی جامعہ تھی۔

ان کے علاوہ امام حمادؒ، جو حضرت انس بن مالکؓ کے خصوصی شاگردوں میں شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ دس سال تک ان کے حلقۂ درس میں شریک رہے ہیں۔ امام حمادؒ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی، امام حمادؒ نے اپنی آخری زندگی میں امام ابوحنیفہؒ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے یہ عظیم منصب نہایت اہتمام سے سنبھالا۔

شہر کوفہ وبصرہ ان دنوں اہل علم سے معمور تھے جا بجا علمی حلقے قائم تھے ان میں معروف ترین محدثین، امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، شریح بن ہانیؒ، سلمہ بن کہیلؒ، محارب بن وثارؒ، سماک بن حربؒ، امام اعمشؒ، علقمہ بن مرثدؒ، قیس بن ابی حازمؒ، محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ، شعبہ بن حجاجؒ، شفیق بن سلمہؒ، اسود

بن یزیدؒ، ربیع بن خثیمؒ وغیرھم یہ حضرات علمِ حدیث کے آفتاب ومہتاب کی حیثیت رکھتے تھے۔

مذکورہ حضرات کی شان وعظمت کے لیے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث سفیان الثوریؒ اور امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبلؒ کا سلسلۂ احادیث انہیں مذکورہ محدثین تک پہنچتا ہے۔

شہر کوفہ میں ایسا کوئی محدث باقی نہ تھا جس کے آگے امام ابوحنیفہؒ نے زانوئے ادب طے نہ کیا ہو اور احادیث سنی نہ ہوں۔

امام ابوالمحاسن الشافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ واساتذہ میں ۹۳ محدثین کے نام شمار کئے ہیں۔ کتاب تہذیب التہذیب، تہذیب الاسما، تذکرۃ الحفاظ، میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد منقول ہے صرف شہر کوفہ میں (۲۹) محدثین کے نام مذکور ہیں۔ ان میں اکثر وہ حضرات ہیں جنہوں نے براہِ راست اصحاب رسول ﷺ سے علم حاصل کیا ہے۔ کتاب تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ نے شہر کوفہ کے محدثین وائمہ کرام میں (۹۷) محدثین کا تذکرہ کیا ہے جو حفاظِ حدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کا بھی تذکرہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے تحصیلِ علم کے لے شہر بصرہ کا بھی مستقل سفر کیا ہے اور وہاں کے محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا ہے علاوہ ازیں حرمین شریفین (مکۃ المکرمہ، مدینہ منورہ) کا بھی سفر کیا۔ یہاں کے عظیم محدثین میں امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام عکرمہؒ، (حضرت ابن عباسؓ کے خصوصی شاگرد) سے بھی استفادہ کیا ہے، علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کے دو سو نوے (۲۹۰) اساتذہ کا شمار کیا ہے، علامہ شامیؒ نے درمختار میں امام

صاحب کے اساتذہ کی تعداد دو ہزار بتائی ہے مناقب موفق ص: ۳۸، حافظ ابوالمحاسن شافعیؒ نے کتاب عقود الجمان میں لکھا ہے۔

''ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث اور اعیان حفاظ میں سے تھے''

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: ابوحنیفہؒ علم حدیث کے اعیان حفاظ میں شامل ہیں۔ امام سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانے کے تمام محدثین کی حدیثوں کو یاد کر رکھا تھا، امام معمر بن کہتے ہیں۔ حدیث کی تشریحات میں میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا اور کوئی عالم نہیں دیکھا۔ امام حسن بن زیادؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ دو ہزار امام حمادؒ سے دو ہزار دیگر محدثین سے۔ لا اله الاالله

امام ابوحنیفہؒ اپنے ہم زمانہ محدثین کی نظر میں

ملت اسلامیہ میں امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہیں سلف صالحین نے ''امام الائمہ''، ''امام اعظم'' کا لقب دیا ہے۔

انہیں جو امتیازی خصوصیات حاصل تھیں دیگر ائمہ فقہ و حدیث میں نہیں ملتی، مثلاً

(۱) امام ابوحنیفہؒ باتفاق مؤرخین تابعی تھے جب کہ ان کے ہم عصر محدثین امام سفیان الثوریؒ المتوفی ۱۶۱ھ (کوفہ) امام حماد بن سلمہؒ المتوفی ۱۶۷ھ (بصرہ) محدث عبدالرحمٰن بن عمر الاوزاعیؒ ۱۵۷ھ (شام) محدث ربیع بن صبیحؒ المتوفی ۱۶۰ھ، محدث سعید بن ابی عروبہؒ المتوفی ۱۵۷ھ (ان دونوں محدثین کے صحیفوں کو بھی احادیث کی اولین کتابوں میں شمار کیا گیا ہے) کو تابعین ہونے کا انہیں شرف نہ مل سکا۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ پہلے امام ہیں جنہوں نے علمِ شریعت (فقہ) کو کتابی شکل دی انہی کی اقتداء میں امام مالکؒ نے اپنی مؤطا، ترتیب دی جس کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کا خطاب دیا گیا۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مجلس علمی میں تراسی ہزار (۸۳ ہزار) مسائل تحریر

کراوائے ہیں ان میں اڑتیس (۳۸ ہزار) مسائل عبادات سے متعلق ہیں بقیہ پینتالیس (۴۵ ہزار) مسائل معاملات واخلاق ومعاشرت سے متعلق ہیں۔ (مناقب ابوحنیفہ مکی، ص:۹۶)

(۴) امام ابوحنیفہؒ کے کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہؐ سے اخذ کردہ مسائل کو چھ کتابوں میں جمع کیا گیا۔

(۱) جامع کبیر (۲) جامع صغیر (۳) سیر کبیر (۴) سیر صغیر (۵) مبسوط، (۶) زیادات۔

ان کتابوں کی اکثر روایات موجودہ کتب فقہ وفتاویٰ میں موجود ہیں جن پر ملت اسلامیہ کا ۳/۴ حصہ عمل کرتا رہا ہے اور آج بھی یہی حال ہے۔

(۵) امام اعمشؒ المتوفی ۱۴۸ھ جن کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ذہبیؒ، محدث ابن ابی عیینہؒ، نے شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اور جن کی روایات حدیث کی تعداد چار ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔

بہر حال امام اعمشؒ سے کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا اس کا صحیح جواب تو ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

امام جریر بن عبداللہؒ کہتے ہیں امام اعمشؒ سے جب دقیق مسائل پوچھے جاتے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھیج دیتے۔

(۶) امام ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۵۰ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا:

اللہ ان پر رحم فرمائے ان کے ساتھ بہت سا علم جاتا رہا۔

(۷) امام علی بن صالحؒ المتوفی ۱۵۱ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا:

عراق کا مفتی اور فقیہہ گزر گیا۔

(مناقب ذہبی ص۱۸)

(۸) امام مسعر بن کدام المتوفی ۱۵۳ھ فرماتے تھے۔ کوفہ کے دو شخصوں کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا۔ ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ،، دوسرے حسن بن صالحؒ اور اس کا زہد وقناعت۔

(تاریخ بغداد ج:۱۴، ص:۳۲۸)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو وہ ہم پر غالب آ گئے اور جب ہم زہد وقناعت میں مشغول ہوئے تو وہ ہم سے آگے نکل گئے۔

ہم نے ان کے ساتھ علم فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے وہ کارنامے انجام دیئے جو تم دیکھ رہے ہو (مناقب ذہبیؒ)

(۹) امام اوزاعیؒ المتوفی ۱۵۷ھ ملک شام کے فقیہہ ومحدث فرمایا کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم حضرات سے زیادہ جاننے والے تھے۔

(مناقب کردری، ص:۹۰)

(۱۰) امام شعبہ بن الحجاجؒ المتوفی ۱۶۰ھ جن کا لقب امیر المومنین فی الحدیث ہے یہ فرمایا کرتے تھے ابوحنیفہؒ علم وفہم میں بہت بلند درجہ رکھتے ہیں جو لوگ ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں اللہ کی قسم یہ لوگ اپنی اس بدگوئی کی سزا اللہ کے پاس پائیں گے۔

(مناقب ذہبی، الخیرات الحسان ص: ۳۲)

(۱۱) امام داؤد الطائیؒ المتوفی ۱۶۰ھ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ ایک روشن مینار

تھے آپ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہلِ ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔

(الخیرات الحسان ، ص:۳۲)

(۱۲) امام سفیان الثوریؒ المتوفی ۱۶۷ھ کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے آیا۔ امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہہ کے پاس سے آرہے ہو۔

(الخیرات الحسان، ص: ۳۲)

(۱۳) امام دارالہجرہ مالک بن انس ۱۷۹ھ فرماتے ہیں، سبحان اللہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان ، ص:۲۸)

(۱۴) امام وکیع بن الجراحؒ المتوفی ۱۹۵ھ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہہ اور کسی کو نہ دیکھا۔

(۱۵) امام یحییٰ بن معینؒ المتوفی ۲۳۳ھ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔

(جامع بیان العلم، علامہ ابن عبدالبر، ج: ۲،ص:۱۴۹)

(۱۶) امام سفیان بن عیینہؒ المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے تھے۔ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائینگی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امان حمزہؒ کی قرأت دوسری ابوحنیفہؒ کی فقہ۔

(تاریخ بغداد ج:۱۳، ص:۳۴۷)

(۱۷) امام یحییٰ بن سعید القطانؒ المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں۔ ہم نے ابوحنیفہؒ

سے اچھی ومضبوط رائے کسی کی نہیں سنی۔

(تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص ۳۴۵)

(۱۸) امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں۔ میں احادیث کو نقل کرنے والا ہوں۔ امام سفیان الثوریؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں امام سفیان بن عیینہؒ امیر العلماء ہیں۔ امام شعبہؒ حدیث کی کسوٹی ہیں، محدث عبداللہ بن المبارکؒ حدیث کے صراف ہیں، امام یحیٰ بن سعید القطانؒ قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہؒ علماء کے قاضی القضاۃ (صدر قاضی) ہیں۔

(مناقب موفق، ج:۲ ص:۲۵)

(۱۹) محدث عبداللہ بن المبارکؒ المتوفی ۱۸۱ھ امام ابوحنیفہؒ کے مایۂ ناز شاگرد ہیں فرماتے ہیں جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کی برائی کرتے ہیں مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ اور اندیشہ ہوتا ہے کہ ان پر کہیں اللہ کا غضب نہ ٹوٹ پڑے۔

(مناقب ذہبی ص ۲۲)

(۲۰) امام حفص بن غیاثؒ المتوفی ۱۹۵ھ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ میں عیب جوئی صرف جاہل ہی کرتا ہے۔

(۲۱) امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال (محتاج) ہیں جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ فقہ کے لیے موفق (صاحب توفیق) تھے

تاریخ بغداد: ج ۱۳ ص: ۱۶۱)

(۲۲) امام یزید بن ہارونؒ المتوفی ۲۰۶ھ فرمایا کرتے تھے میں نے جن فقہاء کو

دیکھا ہے ان میں ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہہ کسی کو نہ پایا، ایسے ہی ان سے بڑا عاقل حلیم بردبار اور صاحبِ تقویٰ نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان: ص:۵۳)

(۲۳) امام یحیٰ بن معینؒ المتوفی ۲۳۳ھ جو سند حدیث کے جرح و تعدیل کے مسلمہ امامؒ ہیں۔ فرماتے ہیں: میرے نزدیک قرأت تو بس امام حمزہؒ کی ہے اور فقہ صرف امام ابوحنیفہؒ کی۔

(تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص ۳۴۷)

(۲۴) ابوبکر المروزیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا: ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی طرف خلق قرآن[1] کے قول کی نسبت صحیح نہیں میں نے عرض کیا الحمد للہ اے ابوعبداللہ کیا وہ علم کے بلند مقام پر مقام فائز تھے؟

امام احمد نے فرمایا سبحان اللہ، وہ علم، ورع، زہد وایثار میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہ پہنچ سکا۔

(مناقب ذہبی ص:۲۷)

(۲۵) امام ابوداؤد المتوفی ۲۰۵ھ مشہور محدث ہیں فرماتے ہیں اللہ امام مالکؒ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے اور اللہ امام ابوحنیفہؒ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے۔

---

(۱) ''خلق قرآن''، علم کلام (اسلامی فلسفہ) کا ایک نوتراشیدہ مسئلہ تھا جو خلافت بنوامیہ کے آخری دور میں شائع ہوا پھر عباسی خلفاء کی سرپرستی نے اس کو کفر وایمان کی علامت قرار دے دیا۔ یہ اس دور کا شدید فتنہ تھا جس میں امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے۔ (مسئلہ خلق قرآن کی وضاحت کسی جید عالم سے دریافت کرلی جائے)''

امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں احادیث کی کتابیں

اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۰۱ھ نے اپنے دورِ خلافت میں تدوین حدیث کو عملی شکل دی ہے اُس دور کے دو عظیم المرتبت محدث ابوبکر بن حزمؒ المتوفی ۱۲۰ھ اور محمد بن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ کو احادیث رسولؐ جمع کرنے اور ان کو کتابی شکل میں مدون کرنے کی ہدایت کی چنانچہ ان دونوں حضرات نے یہ کام انجام دیدیا، دو صحیفے وجود میں آئے۔ روئے زمین کی یہ پہلی دو حدیث کی کتابیں تھیں، جو امام ابوحنیفہؒ کو میسر آئیں علاوہ ازیں احادیث شریفہ کے یہ صحیفے بھی امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں عام تھے۔

مسند ابن جریج مکیؒ المتوفی ۱۵۰ھ، مسند ابن اسحاق الصبحی المتوفی ۱۵۱ھ، مسند عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی المتوفی ۱۵۷ھ، مسند سفیان الثوری المتوفی ۱۶۷ھ کوفہ، مسند حماد بن سلمہؒ المتوفی ۱۶۷ھ بصرہ، مسند ربیع بن صبیحؒ المتوفی ۱۶۰ھ کوفہ وبصرہ، ، مسند سعید بن ابی عروبہؒ المتوفی ۱۵۶ھ، یہ مسانید صرف کوفہ وبصرہ ہی میں نہیں بلکہ اقطاع عالم میں پھیل چکیں تھیں۔ اس دور میں ایسی احادیث کو ''سنن'' کا نام دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ آج بھی اسی نام سے

یاد کیا جاتا ہے۔ ان کتابوں کی ساری احادیث امام ابوحنیفہؒ کو صرف دو واسطوں سے ملیں ہیں جو احادیث رسول ﷺ کی اعلیٰ قسم شمار کی جاتی ہے۔

فقہ حنفی کا یہ ایسا نمایاں وخصوصی امتیاز ہے جو اور کسی فقہ کو میسر نہ آیا۔ آج فقہ حنفی کے ماخذ کتب صحاح ستہ کے علاوہ کتب سنن وآثار اور دیگر مسانید، مسند دارمی، المصنف عبدالرزاق، مستدرک حاکم، صحیفہ ہمام بن منبہؒ المتوفی ۱۰۱ھ، صحیفہ وہب بن منبہؒ ۱۱۰ھ، موطا امام مالکؒ ۱۷۹ھ، موطا امام محمدؒ، المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر الطبرانی، کتاب المختارہ حافظ ضیاء الدینؒ المقدسی، مسند صحیح ابن عوانہؒ، مسند صحیح ابن سکن، المنتقی جارود، بیہقیؒ، مسند ابن خزیمہ، مسند ابویعلیٰ الموصلی، مسند ابوبکر البزار، مسند احمد ابن حنبل، مسند ابن حبان۔

(مقدمہ فتح الباری)

ان ساری کتابوں میں وہ تمام احادیث یکجا موجود ہیں جن کی فقہ حنفی کو ضرورت تھی۔

مزید تفصیل کے لیے مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کی کتاب ''تدوین حدیث'' مطالعہ کیجئے۔ جو اس عنوان کی آخری تحقیق ہے۔

کتب حدیث پر ایک جامع تبصرہ

محقق کبیر امام ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب فتح الباری شرح بخاری میں کتب حدیث پر جو تبصرہ کیا ہے وہ حقیقت کے علاوہ ایک ایسا جامع تبصرہ ہے جو بہت کم سننے اور پڑھنے میں آیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ، عہد نبوت اور عہد صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین کے ابتدائی دور تک کتابی شکل میں موجود نہ تھیں جس کی دو بڑی وجہ تھیں۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو احادیث لکھنے سے منع کر دیا تھا، پھر امام ابن حجر عسقلانیؒ یہ بھی لکھتے ہیں یہ ممانعت اس لیے تھی کہ عہد نبوت میں وحی الٰہی قرآن حکیم کا نزول جاری تھا۔ ایسے ماحول میں حدیث وقرآن میں التباس (خلط ملط) کا قوی امکان ہو جاتا عام آدمی کے لیے تمیز کرنا مشکل تھا کہ یہ قرآن حکیم کی آیت ہے یا حدیث رسولؐ کا کلام ہے۔

اس لیے آپ نے احادیث لکھنے اور اسکو کتابی شکل دینے سے منع فرمادیا اگرچہ آپ کے عہد مبارک میں بعض صحابہؓ کے پاس احادیثِ شریفہ کے دو چار چھوٹے موٹے کتابچے بھی تھے جن کو انہوں نے محفوظ کرلیا تھا تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر وہ ضائع کر دیا گیا بخاری ومسلم اور دیگر

کتب احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ (عہد نبوت میں احادیث کی کتابیں نہ ہونے کی) دوسری وجہ یہ لکھتے ہیں کہ:

''دورِ نبوت میں اصحابِ رسول ﷺ کے ذہن وفکر، قوتِ حفظ ویادداشت کچھ ایسے معجز نما طور پر پائیدار ومضبوط تھے کہ انہیں چنداں لکھنے یا محفوظ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ تاریخ کی مستند کتابوں میں ایسے نظائر بکثرت ملتے ہیں۔ اس لیے بھی احادیث رسول کو محفوظ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ پھر تابعین کے آخری دور میں باطل فرقوں کا زور شور پیدا ہوا عقائد ونظریات میں حذف واضافے ہونے لگے۔ احادیث رسول ﷺ میں خیانت اور جھوٹ شائع ہونے لگا اور سب سے بڑا اندیشہ اصحابِ رسول ﷺ کی اموات اور قلت کا وجود سامنے آیا اس وقت الہامی طور پر امت کے تمام اکابرین کے قلوب میں احادیث رسول کو جمع ومحفوظ کرنے کا متفقہ تقاضہ پیدا ہوا اور پھر جمع حدیث کا وہ کام انجام پایا جو آج کتاب اللہ کی طرح احادیث رسول ﷺ کتابی شکل میں وجود میں آئی۔''

(فتح الباری شرح البخاری)

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ

امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد، اس دور کے دیگر ائمہ اور محدثین کے اساتذہ کرام کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ علامہ شامیؒ نے شرح در مختار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے چار ہزار اساتذہ تھے، خود امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس کے پاس گیا نہ ہوں، صرف ان دونوں شہروں کے محدثین کی تعداد علامہ ذہبی نے (۲۹۰) بیان کی ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب ''سیرۃ النعمان'' میں کوفہ کے (۲۹) اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔

ان ساتذہ میں سب سے پہلے امام حمادؒ کا نام ملتا ہے جو شہر کوفہ کے امام اور حضرت انس بن مالکؓ کے سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کی صحبت میں کم وبیش (۱۸) سال گزارے ہیں علاوہ ازیں امام حمادؒ رسول اکرم ﷺ کے علمی وارث عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث اور ان کے نائب بھی شمار کئے جاتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ سے وہ سب کچھ پایا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کی دوسری بڑی درس گاہ شہر بصرہ تھی جو امام المحدثین حسن بصریؒ اور امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ المتوفی ۱۶۰ھ اور امام قتادہؒ کے علوم حدیث سے مالا مال تھی یہاں بھی امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا، امام شعبہؒ کو دو ہزار احادیث ازبر تھیں۔

ابوالمحاسن شافعی نے (۹۳) محدثین کے نام شمار کئے ہیں جن سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ،تذکرۃ الحفاظ)

عطا بن ابی رباحؒ:

جس زمانے میں امام ابوحنیفہؒ مکۃ المکرمہ پہنچے ان دنوں مشہور محدث تابعی عطا بن ابی رباحؒ کا حلقۂ درس نہایت عروج پر تھا اور مستند بھی حضرت عطا بن ابی رباحؒ اکثر صحابہ کرام کی خدمت میں رہے ہیں اور ان کے علوم کے وارث بھی بنے ہیں خود حضرت عطاؒ کا بیان ہے کہ میں نے دوسو (۲۰۰) سے زائد اصحابِ رسول ﷺ کو پایا اور اُن سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے علم وفضل کا یہ حال تھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مکۃ المکرمہ میں عطاء بن ابی رباحؒ کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟

حج کے زمانے میں ہر سال حکومت کی جانب سے یہ اعلان ہوا کرتا تھا کہ شیخ عطاء بن ابی رباحؒ کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ نہ دے، بڑے بڑے ائمہ حدیث امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، امام عمرو بن دینارؒ وغیرہ امام عطاء بن ابی رباحؒ کے حلقہ درس سے نکل کر امام کہلائے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے علمِ حدیث کا بڑا حصہ۔ امام عطاء بن ابی رباح سے پایا، امام عطاء بن ابی رباحؒ کا انتقال

۱۱۵ھ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ۔

مکۃ المکرّمہ کے محدثین میں جن سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث سماعت کیں ہیں۔ حضرت عکرمہؒ کا نام بھی خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگردوں میں تھے حضرت ابن عباسؓ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو اجتہاد وفتویٰ نویسی کا مجاز کردیا تھا۔ کم وبیش ستر (۷۰) مشہور تابعین ان کے شاگرد تھے امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں امام ابوحنیفہؒ نے ۱۰۲ھ کے قرب وجوار میں شہر مدینہ منورہ کا بھی سفر کیا ہے جہاں عالمِ اسلام کے فقہائے سبعہ'' مقیم تھے جن کا فتویٰ تمام اسلامی سلطنتوں میں رائج تھا امام ابوحنیفہؒ کا سفر ایسے وقت ہوا جب کہ ان فقہاء سبعہ میں دو فقیہہ سلیمانؒ اور سالم بن عبداللہؒ موجود تھے۔ حضرت سلیمانؒ ام المومنین سیدہ میمونہؓ کے پروردہ غلام تھے اور فقہائے سبعہ میں ان کا دوسرا نمبر تھا۔ دوسرے حضرت سالمؒ، سیدنا عمر الفاروقؓ کے پوتے تھے جنہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تعلیم پائی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے احادیث سماعت کی۔

امام اوزاعیؒ:

امام ابوحنیفہؒ نے ملکِ شام کے مجتہد ومحدث، امام اوزاعیؒ اور امام مکحولؒ سے بھی اکتسابِ علم کیا ہے۔ جو اپنے زمانے میں مجتہد اور صاحب مذہب کہلایا کرتے تھے جیسا کہ ائمہ اربعہ صاحب مذہب ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے ملکِ شام کا سفر کیا امام اوزاعیؒ سے ملاقات کی اثنائے گفتگو

امام اوزاعیؒ نے پوچھا، شہر کوفہ میں ابوحنیفہؒ نامی کون شخص ہے جو دین میں نئی نئی باتیں ظاہر کررہا ہے۔ میں نے اس کا جواب نہ دیا۔ اپنے گھر آیا دوسرے دن چند کاغذات لے گیا، امام اوزاعیؒ نے وہ کاغذات امام عبداللہ بن مبارکؒ کے ہاتھ سے لے لیے۔ سرورق یہ لکھا تھا۔ قال نعمان بن ثابتؒ الخ: امام اوزاعیؒ دیر تک پڑھتے رہے پھر دریافت کیا یہ نعمان کون ہیں؟ میں نے کہا یہ وہی نعمان ہیں جن کو آپ نے بدعتی کہا تھا۔ امام اوزاعیؒ نے اپنی خطا پر معذرت چاہی اور فرمایا کہ یہ نہایت بلند پایہ شخص ہیں ان کے فضل وکمال نے دوسروں کو حاسد بنادیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام اوزاعیؒ کے علم حدیث سے استفادہ کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اس خصوصیت کے ساتھ تمام محدثین کے ہاں معروف ہیں کہ ان کے شیوخِ حدیث بیشمار ہیں امام ابوحفص کبیرؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کم ازکم چار ہزار محدثین سے احادیث روایت کیں ہیں۔ علم حدیث میں ایسے حضرات کم ہی پائے جاتے ہیں جن کے اساتذہ چار ہزار سے کم نہ تھے۔ اور ایسے حضرات تو بہت ہیں جن کے اساتذہ ہزار سے زائد تھے۔ علامہ سخاویؒ نے کتاب فتح المغیث میں ان حضرات کے نام بھی لکھے ہیں، ابوالمحاسن شافعی نے عقود الجمان میں تین سو انیس (۳۱۹) کے نام بقید حسب ونسب لکھے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ میں نے اپنی دوسری کتاب میں جس کا نام ''تحصیل السبیل'' ہے ان کے تفصیلی حالات بھی لکھے ہیں یہ سب امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ ہیں، علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب ''سیرۃ النعمان، ص:۳۲'' میں امام ابوحنیفہؒ کے ان اساتذہ کے نام درج کردیئے ہیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں ان کی تعداد (۷۷) لکھی ہے یہ نام تاریخ کی ان مسلمہ کتب سے لیتے ہیں جن کے یہ نام ہیں۔

''تہذیب التہذیب'' حافظ ابن حجر عسقلانی، ''طبقات الحفاظ'' علامہ ذہبیؒ، ''تہذیب الکمال''، ''کتاب الآثار'' امام محمدؒ۔

آخر میں لکھتے ہیں یہ تعداد سرسری طور سے انتخاب کی ہے زیادہ چھان بین کرتے تو شاید ''عقود الجمان'' کی فہرست کے برابر اترتے (جن میں تین ۳۰۰ سو سے زائد شیوخ کے نام ہیں) علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ اکثر تابعین کرامؒ ہیں جن کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک واسطہ (صحابی کا) ہے بقیہ وہ شیوخ ہیں جو ایک مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے ہیں۔ اس انفرادی خصوصیت کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے امام ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ایک یا صرف دو واسطوں سے ملی ہیں۔ جو آج بھی احادیث کی سب سے اعلیٰ وارفع قسم شمار کی جاتی ہے۔

ان احادیث کو حدیث ثنائی (صرف دو راوی والی حدیث) کہا جاتا ہے جو حدیث ثلاثی سے افضل واعلیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ بخاری شریف اس لیے بھی افضل الکتب کہلائی گئی کہ اس میں بائیس ثلاثیات موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور ان کا تعارف

امام ابوحنیفہؒ کا درس وتدریس کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کے حدودِ سلطنت بھی اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔ حافظ ابوالمحاسن شافعیؒ نے نو سو اٹھارہ (۹۱۸) شخصوں کے نام بقید نام ونسب لکھے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے ہیں ان میں چالیس حضرات ایسے بھی ہیں جو دیگر ائمہ فقہ کو میسر نہ آئے ان لوگوں کی عظمت وشان سے فقہ حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی جلالت علمی وفہمی کا اندازہ بھی۔ خطیب بغدادیؒ نے امام وکیع بن الجراحؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک موقع پر امام وکیعؒ کے پاس چند اہل علم جمع تھے کہ کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے غلطی کی۔ وکیعؒ بولے ابوحنیفہؒ کیونکر غلطی کرسکتے ہیں جب کہ ابو یوسفؒ، زُفر، یحییٰ بن زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ، قاسم بن معنؒ، داؤد الطائیؒ وفضل بن عیاضؒ جیسے علم وفضل کے مینارے، زہد تقویٰ کے ستارے، جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کیا غلطی کرسکتا ہے اور اگر کرتا بھی تو یہ علم وعمل کے سلاطین اس کو کب غلطی پر قائم رہنے دیتے؟

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے جو شخص علم فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے

اس کو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے طرف رُخ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے اگر امام محمد بن حسن شیبانیؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) مجھ کو نہ ملتے تو شافعیؒ، شافعیؒ نہ ہوتا اور کچھ نہ ہوتا۔

بہرحال امام ابوحنیفہؒ کے چند مشہور شاگردوں کا تذکرہ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) امام یحیٰی بن سعید القطانؒ ولادت ۱۲۰ھ وفات ۱۹۸ھ۔

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ فن اسماء رجال (سند حدیث کا علم) سب سے پہلے جنہوں نے رائج کیا وہ یہی یحیٰی ابن سعید القطانؒ تھے اس کے بعد ان کے شاگردوں میں امام یحیٰی ابن معینؒ، علی بن المدینی، امام احمد بن حنبلؒ، علی بن الفلاسؒ، ابوخیثمہ نے اس فن میں گفتگو کی پھر ان کے بعد ان کے شاگردوں، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، وغیرہم نے کلام کیا۔ بہرحال علم حدیث کا ایسا عظیم امام، امام ابوحنیفہؒ کو میسر آیا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے یحیٰی بن سعید القطانؒ جیسا امام کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا بے مثال امام، امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں اکثر شریک ہوا کرتا تھا۔ اور اپنی اس شاگردگی پر فخر کرتا تھا۔

اس وقت تک تقلید خاص کا رواج نہ تھا تاہم امام یحیٰی بن القطانؒ امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہی پر تقلید کرتے تھے ان کا قول ہے قداخذنا باکثر اقوالہ یعنی ہم نے ابوحنیفہؒ کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں جہاں امام وکیع بن الجراحؒ کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے کہ

كَانَ يُفْتِيْ بِقَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَه وَكَانَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ

یُفْتِیُ بِقَوْلِہٖ ایضاً.

ترجمہ: امام وکیع حضرت ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب حافظ ابن حجرؒ)

اور امام یحییٰ ابن سعید القطانؒ بھی انہیں کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) محدث عبداللہ بن المبارکؒ المتوفی ۱۸۱ھ

یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں ہیں۔ امام نوویؒ نے کتاب تہذیب الاسماء میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

''وہ امام جن کی امامت وجلالت پر اہل علم کا اتفاق ہے اور جن کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جن کی محبت سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔''

عام طور پر انہیں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کو یا عالم الشرق کہہ کر خطاب کیا۔

امام سفیان الثوریؒ جو مشہور محدث ہیں اس موقع پر موجود تھے بولے کیا غضب ہے وہ تو عالم الشرق والغرب ہیں۔

ایسے ہی امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ وہ امام عبداللہ بن المبارکؒ کو اسی عنوان سے خطاب کیا کرتے تھے۔

خود امام عبداللہ بن المبارکؒ کا قول ہے فرماتے تھے کہ میں نے چار ہزار محدثین سے احادیث حاصل کی ہیں۔ ان میں ایک ہزار وہ شیوخ ہیں جن سے امام بخاری ومسلم نے روایت کی ہے۔

یہی بات امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ اور سفیان الثوریؒ کے ذریعہ میری دستگیری نہ فرماتے تو میں ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۸۱ھ میں وفات پائی رحمة الله و رضوانه عليه

(۳) امام یحییٰ بن زکریاؒ المتوفی ۱۸۲ھ

مشہور محدث ہیں علامہ ذہبیؒ نے کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں صرف ان محدثینؒ کا تذکرہ کیا ہے جو حافظ الحدیث کہلاتے تھے۔ چنانچہ یحییٰ ابن زکریا کو انہیں لوگوں میں شمار کیا ہے بلکہ اس طبقہ میں سب سے پہلے انہی کا نام درج کیا ہے۔ یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگرد ہیں۔

امام علی بن المدینی جو امام بخاری کے مشہور استاد ہیں کہا کرتے تھے کہ یحییٰ ابن زکریا کے انتقال پر علم کا خاتمہ ہوگیا۔ صحاحِ ستہ میں ان کی روایت سے بہت سی احادیث ہیں وہ محدث وفقیہہ دونوں حیثیت سے ممتاز تھے۔ اور ان دونوں علوم میں بڑا کمال رکھتے تھے۔

یہ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوتے تھے ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو صاحب ابی حنیفہؒ کا لقب دیا ہے (امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگرد)

(میزان الاعتدال، الجواہر المضیہ)

شہر مدائن میں قاضی القضاۃ (چیف جج) کے منصب پر فائز تھے۔

وہیں ۱۸۲ھ بعمر (۶۳) سال وفات پائی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

(۴) امام وکیع ابن الجراحؒ المتوفی ۱۹۷ھ

علم حدیث کے ارکان میں شمار کئے جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کو ان کی شاگردی پر فخر تھا۔

چنانچہ جب وہ ان کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان لفظوں سے شروع کرتے۔ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی ہے کہ تیری آنکھوں نے اس جیسا کسی کو بھی نہ دیکھا ہوگا۔

(تہذیب الاسماء علامہ نووی)

یہی تأثر امام یحیٰی بن معینؒ کا تھا اکثر ائمہ حدیث نے ان کی شان میں اس قسم کے کلمات لکھے ہیں بخاری ومسلم میں اکثر ان کی روایت سے حدیث مذکور ہیں۔

یہ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں۔ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کیا کرتے تھے۔ اور انہیں کے قول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(عقود الجمان، تذکرۃ الحفاظ، خطیب البغدادی)

(۵) امام یزید بن ہارونؒ المتوفی ۲۰۶ھ

فنِ حدیث کے مشہور امام ہیں بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینی، یحیٰی بن معینؒ، ابن ابی شیبہؒ نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی طے کی ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان کے شاگردوں کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ یحیٰی بن ابی اطالب کا بیان ہے کہ ایک

بار میں ان کے حلقۂ درس میں شریک تھا لوگ حاضرین کی تعداد کا اندازہ کم وبیش ستر (۷۰) ہزار کے قریب شمار کررہے تھے۔ کثرتِ حدیث میں لوگ ان کی مثال دیا کرتے تھے خود فرماتے ہیں کہ مجھ کو بیس ہزار سے زائد احادیث یاد ہیں۔ علی بن المدینیؒ (استاد امام بخاریؒ) کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارونؒ خود کہا کرتے تھے میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت ساری احادیث سنی ہیں یہ ایک مدت تک امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں ان میں امام یزید بن ہارونؒ کا نام بھی لکھا ہے۔ امام یزید بن ہارونؒ کا قول ہے کہ میں نے بہت سارے محدثین سے ملاقات کی لیکن امام ابوحنیفہؒ سے کسی کو بڑھ کر نہ پایا۔

یہ ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ صلواۃ اللہ علیہ و برکاتہ.

(۶) امام حفص بن غیاثؒ المتوفی ۱۹۶ھ

بہت بڑے محدث تھے خطیب بغدادیؒ نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو حافظ حدیث شمار کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے احادیث نقل کیں ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ احادیث رسول ﷺ زبانی بیان کرتے اور آگے کوئی کتاب یا کاغذ نہیں رکھا کرتے ایسی احادیث تین تا چار ہزار انہیں ازبر تھیں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے محبوب شاگردوں سے میں تھے۔ نہایت مقرب و با اخلاص، امام ابوحنیفہؒ کو بھی ان سے بیحد انس و تعلق تھا

فرمایا کرتے تھے کہ حفص میرے دل کا سکون ہے۔

امام حفص ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۶ھ میں وفات پائی۔ رحمة الله علیه (میزان الاعتدال، تہذیب الاسماء نووی)

(۷) امام ابوعاصم النبیلؒ المتوفی ۲۱۲ھ

ان کا نام ضحاک بن مخلد ہے مشہور محدث ہیں کتاب صحیح البخاری وصحیح مسلم میں ان کی روایت سے کئی احادیث موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ان کی توثیق پر سارے اہل علم کا اتفاق ہے نہایت بلند پایہ محدث اور نہایت پارسا و متقی انسان تھے۔

امام بخاریؒ نے روایت بیان کی ہے کہ خود امام ابوعاصمؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ غیبت حرام ہے پھر میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔

یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا امام سفیان ثوریؒ زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابوحنیفہؒ؟

فرمایا موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ ابوحنیفہؒ نے تو فقہ کی بنیاد ڈالی۔ سفیان ثوریؒ تو صرف فقیہ ہیں۔

امام ابوعاصم النبیلؒ نے ۲۱۲ھ نوے (۹۰) سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۸) امام عبدالرزاق بن ہمامؒ ۲۱۱ھ

علامہ ذہبیؒ نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ احد الاعلام

الثقات، (بہت بڑے نامور محدث) کتاب صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ ان کی روایات سے مالا مال ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کہ حدیث کی روایت میں آپ نے امام عبدالرزاقؒ سے بڑھ کر کسی کو دیکھا ہے۔ جواب دیا نہیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام سفیان بن عیینہ، یحیٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ علم حدیث میں ان کے شاگرد تھے طالبان حدیث بہت دور دور سے قطع منازل کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے حتیٰ کہ اس دور میں بعض حضرات کا قول تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے پاس اس قدر دور دراز سے مسافتیں طے کر کے لوگ نہیں آئے۔ حدیث میں امام عبدالرزاقؒ کی ایک کتاب موجود ہے جو ''جامع عبدالرزاق'' کے نام سے معروف ہے،[1] امام بخاریؒ نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے، ایک دفعہ ملاقات کے لیے بھی یمن کا سفر کیا اثنائے راہ کسی نے اطلاع دی کہ امام عبدالرزاقؒ کا انتقال ہوگیا ہے واپس ہوگئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی پھر جانے کا موقعہ نہ ملا البتہ امام عبدالرزاقؒ کی سند سے احادیث بیان کرتے تھے۔

امام عبدالرزاقؒ نے بھی علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ سے روایات نقل کیں ہیں اور ان کی خدمت میں بارہا حاضری دی ہے۔ ان کا قول تھا کہ میں نے علم وحکمت میں امام ابوحنیفہؒ سے بڑا کسی کو نہ پایا۔

امام عبدالرزاقؒ کی پیدائش ۱۲۶ھ اور وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی۔ (عقود الجمان انساب سمعان، تاریخ یافعی، میزان الاعتدال)

(۱) علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علم کا خزانہ ہے۔

(۹) امام داؤد الطائی المتوفی ۱۶۰ھ

داؤد الطائیؒ جہاں امت کے بڑے متقی و پارسا مشہور ہیں وہاں علم فقہ واجتہاد میں بھی بڑی شہرت رکھتے ہیں محدثین کے یہاں یہ بلا اختلاف ونزاع ثقہ اور مستند ہے۔

محارب بن دثارؒ ۱۱۶ھ جو مشہور محدث ہیں کہا کرتے تھے کہ داؤد اگر اگلے زمانے میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا قصہ بیان کرتا۔ (جیسا کہ قرآن حکیم کا مزاج ہے)

ابتداء میں علم فقہ وحدیث کو حاصل کیا پھر علم کلام میں کمال پیدا کیا اور بحث ومناظرہ میں مشغول ہو گئے ایک دن کسی شخص سے گفتگو کرتے کرتے اس پر ایک کنکری پھینک ماری، اس کو یہ ناگوار گزرا کہنے لگا دواؤ تمہاری زبان اور ہاتھ دونوں دراز ہو چلے۔''

ان پر عجیب تأثر پیدا ہوا بحث ومناظرہ آخر دم تک ترک کر دیا۔ علم حدیث وفقہ میں مشغول ہو گئے، امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مشکل مسائل میں اکثر داؤد الطائیؒ سے مدد لیا کرتا تھا۔

یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں تھے اور تدوین فقہ میں۔ ان کے شریک ومعاون ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ اسکنہ اللہ الفردوس. (تاریخ ابن خلکان)

(۱۰) قاضی ابو یوسفؒ المتوفی ۱۸۲ھ

قاضی ابو یوسف کا اسم گرامی یعقوب تھا ان کا سلسلۂ نسب انصار

مدینہ سے ملتا ہے۔ یہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے ابتداء محنت مزدوری کیا کرتے تھے فرصت کے اوقات میں امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتے ایک دن باپ نے ان کو امام صاحب کی مجلس سے اٹھالیا اور اپنے کام میں شریک کرلیا۔ دو چار دن کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے ابو یوسف کے بارے میں دریافت کیا معلوم ہوا کہ معاشی تنگی کی وجہ سے باپ نے انہیں کام پر لگا دیا ہے۔ امام صاحب نے ابو یوسف کو طلب کیا اور ایک سو درہم کی تھیلی دے کر فرمایا کہ یہ اپنے گھر خرچ کے لیے دے دو اور مجلس میں آیا کرو اسی طرح ماہانہ امام ابوحنیفہؒ تعاون کرتے تھے اللہ نے انہیں ایسا ذہن و حافظہ دیا تھا کہ مختصر عرصہ میں علوم پر بصیرت حاصل کرلی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ جو ایک بڑے محدث ہیں فرماتے ہیں کہ ابو یوسفؒ محدثین کے پاس حاضر ہوتے اور ایک جلسہ میں پچاس ساٹھ احادیث سن کر یاد کرلیتے تھے۔ علم تفسیر، مغازی، اور فقہ کے عظیم رکن تھے۔ علم حدیث میں ان کا یہ پایہ تھا کہ حفاظ حدیث میں شمار کئے جانے لگے۔ یحیٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ اہل کوفہ میں کوئی شخص کثیر الحدیث نہ تھا امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''کان مستندا فی الحدیث'' وہ علم حدیث میں مستند تھے امام مزنیؒ جو امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ہیں کہا کرتے تھے کہ ''ابو یوسف اتبع القوم للحدیث'' ابو یوسف قوم میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابتداً جب علم حدیث کا شوق ہوا تو میں ابو یوسفؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔

امام یحیٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور بہت سارے محدثین نے امام ابو یوسف سے احادیث نقل کیں ہیں یہ تمام اقوال علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ

الحفاظ میں نقل کئے ہیں۔

اور یہ بات تو مسلّم ہے کہ فقہ حنفی کی تدوین و تالیف میں امام ابو یوسفؒ شریک ہیں، امام ابو یوسفؒ نے ۵/ ربیع الاول ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ادخله الله فی جوارِ رحمته.

(۱۱) امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ المتوفی ۱۸۹ھ (صاحب ابی حنیفہؒ)

ان کا اصلی وطن شہر دمشق (ملک شام) تھا یہ ۱۳۵ھ میں قریب کے قریہ واسطہ میں پیدا ہوئے پھر ان کا کوفہ جانا ہوا۔ وہاں بڑے بڑے محدثین وفقہاء کی صحبت اٹھائی۔ امام مسعر بن کدامؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالک بن دینارؒ، امام اوزاعیؒ، سے حدیثیں روایت کی۔ کم وبیش دوسال تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہے یہ فقہ حنفی کے دوسرے باز وشمار کئے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسفؒ سے تکمیل علم کیا پھر مدینہ منورہ جاکر امام مالکؒ سے حدیث پڑھی۔ صرف بیس سال کی عمر میں مسند درس پر بیٹھے۔ امام محمد بن الحسنؒ کی درس گاہ سے اگرچہ بہت سے علماء نے تکمیل علم کی۔ لیکن ان سب میں امام شافعیؒ کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ نے علم کا بھرپور حصہ پایا۔ ہمارے زمانے کے کم علم اور کوتاہ نظروں کو اس پر تعجب ہے لیکن یہ غلطی گزشتہ زمانے میں بھی علامہ ابن تیمیہؒ سے سرزد ہوئی لیکن آج پھر دھرایا جارہا ہے حق کو دبایا تو جاسکتا ہے مٹایا نہیں جاسکتا، تاریخ ورجال کی کتابیں اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں مطالعہ کیا جائے۔

علم حدیث میں امام محمد بن الحسنؒ کی مشہور کتاب ''موطا امام محمدؒ'' آج

بھی موجود ہے اس کے علاوہ کتاب الحجج بھی جس میں اکثر حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام محمدؒ کی تصنیفات تعداد میں بہت ہیں فقہ حنفی کا مدار انہیں کتابوں پر ہے ان کی یہ چھ کتابیں مشہور ومعروف ہیں جو موجودہ فتاویٰ حنیفہؒ کا ماٰخذ ہیں۔

مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، کتاب الحجج، سیر صغیر وکبیر،

(۱۲) امام زُفرؒ المتوفی ۱۵۸ھ

امام زُفرؒ، عربی النسل تھے ابتدائی عمر میں علم حدیث سے شغل تھا اسی وجہ سے علامہ نوویؒ نے ان کو صاحب الحدیث میں شمار کیا ہے پھر علمِ فقہ کی جانب توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ (تہذیب الاسماء)

امام یحیٰی بن معینؒ جو اسماء الرجال کے مسلّم امام تسلیم کیے جاتے ہیں ان کا قول ہے۔

"زُفر صاحب الرائے ثقة مأمون" (تہذیب اللغات: نووی)

زفر صاحبِ اجتہاد، ثقہ، محفوظ العلم آدمی تھے۔ بعض لوگوں نے ان کی تضعیف کی لیکن مبہم وقابل اعتماد نہیں، ان کو اجتہادی مسائل میں درجہ کمال حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس فقہ کے ارکان میں شامل تھے قضاءت کا عہدہ بھی ملا تھا ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) قاسم بن معنؒ المتوفی ۱۷۵ھ

بہت بڑے محدث تھے ان کی شان وعظمت کے لیے یہ کافی ہے کہ کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے مصنفین

نے ان سے روایات نقل کی ہیں ان کو علم حدیث وفقہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہؒ سے نہایت محبت واخلاص کا معاملہ تھا، امام صاحب کی مجلس علمی کے یہ بھی رکن تھے۔

۱۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمة الله وبرکاته علیه

(۱۴) امام اسد بن عمروؒ

یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں تحریر کا کام سپرد کیا گیا تھا بہت بڑے رتبہ کے شخص ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے بھی احادیث نقل کیں ہیں۔ اور امام یحیٰ بن معینؒ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ہلال رازیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مکہ مکرمہ گیا تھا طواف سے فارغ ہوکر خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور ایک جگہ بیٹھ گیا تمام اہل دربار اور ہاشمی سردار کھڑے تھے مگر ایک شخص خلیفہ ہارون کے برابر بیٹھا رہا۔ مجھ کو تعجب ہوا لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اسد بن عمروؒ و امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

(الجواہر المضیہ)

(۱۵) محدث علی بن المسہرؒ المتوفی ۱۸۹ھ

علی بن المسہرؒ نے علم حدیث امام اعمشؒ اور امام ہشام بن عروہؒ سے حاصل کیا تھا۔ یہ بھی اتنے بڑے محدث تھے کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے ان سے احادیث نقل کیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ ان کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے تھے۔ امام سفیان الثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات پر جو اطلاع حاصل کی علی بن المسہرؒ ہی کے ذریعہ سے کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں

میں تھے شہر موصل کے قاضی تھے۔۸۹ھ میں انتقال کیا۔علیہ الرحمۃ۔

(الجواہر المضیہ)

(۱۶) محدث عافیہ بن یزیدؒ

یہ وہی عالم ہیں جن کی نسبت امام ابوحنیفہؒ مجلس تصنیف میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تک عافیہ بن یزیدؒ نہ آ چکیں کسی مسئلہ کو قلم بند نہ کرو۔علامہ ذہبیؒ نے ان کی نسبت لکھا ہے۔کان من خیار القضاۃ: نیک نام قاضیوں میں شمار تھا۔

(۱۷) محدث حبانؒ المتوفی ۱۷۲ھ

کثیر الروایۃ تھے۔امام ابن ماجہؒ نے ان کی متعدد روایات اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں نقل کیں ہیں۔امام ابوحنیفہؒ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔امام صاحب بھی انکی قوتِ حفظ کے بہت مداح تھے ۱۷۲ھ میں انتقال کیا۔

(۱۸) محدث مندل المتوفی ۱۶۸ھ

یہ امام حبان کے بھائی تھے۔علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ، امام اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، عاصم بن الاحولؒ، سے روایات نقل کیں ہیں۔نہایت متقی متورع انسان تھے۔امام ابوحنیفہؒ سے انہیں خصوصی تعلق تھا ۱۶۸ھ میں انتقال کیا۔(میزان الاعتدال)

امام ابوحنیفہؒ اور منصب حدیث

امام ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں کیا مرتبہ حاصل تھا اور ان کا محدث، حافظ الحدیث ہونا گزشتہ اوراق میں آپ نے پڑھ لیا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جس شخص نے بیس سال کی عمر سے علم حدیث پر توجہ دی ہو اور ایک مدت تک اسی کام میں مشغول رہا ہو اور جس نے کوفہ (بلد العلم) کے مشہور شیوخ حدیث سے سند فضیلت لی ہو اور جو مکۃ المکرّمہ کے حرم محترم کی درس گاہوں میں تحصیل حدیث کرتا رہا ہو اور جس کو بلد الرسول مدینہ منورہ کے شیوخ نے عزت دی ہو اور جس کے اساتذۂ حدیث میں عطاء بن ابی رباحؒ، نافع بن عمرؒ، عمر بن دینارؒ، محارب بن دثارؒ، امام اعمش کوفیؒ، امام باقرؒ، علقمہ بن مرشدؒ، مکحول شامیؒ، اوزاعیؒ، محمد بن مسلم زہریؒ، ابو اسحاق السبیعی،، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ، ہشام بن عروہؒ، سلیمان بن یسارؒ وغیرہم ہوں۔ یہ سب حضرات علم حدیث کے ارکان ہیں اور جن کی روایات سے امام بخاری و مسلم مالا مال ہیں ایسا شخص کس رتبہ کا حامل ہوگا؟ علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کو بھی دیکھا جائے امام یحیٰ بن سعید القطانؒ، جو علم حدیث جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ امام عبدالرزاقؒ بن ہمام جن کی ''جامع کبیر'' سے امام بخاریؒ نے

استفادہ کیا ہو۔ یزید بن ہارونؒ جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں، امام وکیع بن الجراحؒ، جن کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم حدیث میں میں نے ان کا ہمسر نہیں دیکھا۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ جو علم حدیث میں امیر المومنین فی الحدیث تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یحی بن زکریاؒ جن کو امام علی بن المدینیؒ (امام بخاری کے استاذ) ''راس العلم'' کہا کرتے تھے۔ یہ سب حضرات علم حدیث کے آفتاب ومہتاب امام ابوحنیفہؒ کے نہ صرف شاگرد تھے بلکہ برسوں انہوں نے ان کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی اور اس تعلق پر ان حضرات کو فخر وناز بھی تھا یہ سب امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں، امام عبداللہ بن المبارکؒ کہا کرتے تھے اگر اللہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان الثوریؒ سے میری مدد نہ کرتا تو میں ایک عام آدمی ہوتا۔

(تہذیب التہذیب)

امام وکیع بن الجراحؒ اور یحی بن ابی زائدہؒ، امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں اتنی مدت تک رہے کہ عام طور پر ان دونوں کو صاحب ابی حنیفہؒ کہا جانے لگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے عظیم المرتب حضرات جو حدیث ودرایت کے پیشوا اور مقتدا ہوں کیا کسی معمولی شخص کے زانوئے تلمذ طے کر سکتے ہیں؟ ''فاعتبروا یا اولی الالباب'' امام ابوحنیفہؒ کا مجتہد مطلق ہونا ایک ایسا مسلّمہ مسئلہ ہے جس کا گزشتہ بارہ (۱۲۰۰) سال کی اس طویل مدت میں کسی نے انکار نہیں کیا۔

علامہ ذہبیؒ جو زمانہ مابعد کے تمام محدثین کے پیشوا اور امام ہیں حفاظ حدیث کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو علم نبوی کے حامل ہیں اور جن کے اجتہاد پر اعتماد کیا جاتا ہے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے

خصوصی شاگرد امام ابو یوسفؒ کو بھی حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

(عقود الجمان)

تمام باتیں اس بات کی شہادت ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں وہ مقام ومرتبہ حاصل تھا جس کے حامل امت میں چند ایک نفوس ہی ہیں جن پر حدیث وفقہ کی بلندیاں ختم ہوگئیں۔ محدثین کی تعداد اگرچہ بیشمار ضرور ہے لیکن ایسے محدثین جو اصولِ فقہ کے موجد ومعلم ہوں۔ چند ایک ہی پیدا ہوئے ہیں۔

امام بخاریؒ جو حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں، فقہ اسلامی میں ان کی خدمات ویسی نہیں جیسا ائمہ رابعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود کسی نے امام بخاریؒ یا دیگر محدثین کرام پر فقہ اسلامی میں قلتِ علم کا الزام نہیں لگایا۔ کیونکہ ان کا یہ میدان ہی نہ تھا۔

علم حدیث اور علم فقہ دو مستقل علم ہیں اور دونوں کے میدان بھی علیحدہ علیحدہ ہیں حقیقت یہ ہے کہ دورِ اول میں جو لوگ علم حدیث کے درس وتدریس میں مشغول تھے ان میں دو طبقات ہو گئے۔

پہلا طبقہ

وہ جن کا کام صرف حدیثوں اور روایات کو جمع کرنا تھا یہ حضرات حدیث کو برائے حدیث نقل کرتے تھے ان کو معنی ومطلب حتی کہ ناسخ ومنسوخ سے بھی کچھ سروکار نہ تھا۔

دوسرا طبقہ

وہ جن کا کام احادیث سے احکام کا اخراج، مسائل کا استنباط وغیرہ سے بحث کرنا ہوتا تھا۔ اگر احکام میں کوئی واضح صراحت نہ ملتی تو قیاس سے کام لینا اور مفہوم حدیث کو ظاہر کرنا اور مسئلہ کی حیثیت کو واضح کرنا اگرچہ دونوں طبقات حدیث ہی سے وابستہ ہیں اور حدیث ہی کی خدمت میں مشغول ہیں تاہم وصفِ غالب کے لحاظ سے دونوں کا میدان ایک جیسا نہیں۔ پہلے طبقے کو اہل روایت واہل حدیث کہا گیا اور دوسرے طبقے کو مجتہدین اور اہل فقہ کے نام سے پکارا گیا۔ تاکہ دونوں کی خدمات ممتاز ہو جائیں۔

امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، اسی لیے اہل فقہ کہلائے کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ مجتہد مستقل اور بانی مسلک بھی تھے ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ وغیرہم کا حال ہے۔ علمِ حدیث کے لیے علم فقہ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن علم فقہ کے لیے علمِ حدیث کی ضرورت اور اس میں مہارت بھی ضروری ہے اس لحاظ سے فقیہہ علمِ فقہ کے علاوہ علم حدیث کے ماہر اور کامل کو کہا جاتا ہے۔ امتِ اسلامیہ میں جس کثرت سے محدثین پیدا ہوئے ہیں ایسے ہی ائمہ وفقہاء کی کثرت رہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعنَا بِعُلُوْمِھِمْ وَ فُیُوْضِھِمْ وَنَوِّرقُبُوْرَھُمْ.

فقہ اسلامی کی تدوین

جیسا کہ لکھا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی زندگی کا نصب العین قانونِ شریعت کو مدون کرنا تھا جس کے لیے احادیث کا وجود ضروری تھا امام ابوحنیفہؒ نے احادیث نبوی کے حصول کے لیے جن جن ائمہ حدیث سے استفادہ کیا ان کی تفصیل گزشتہ اوراق میں درج کردی گئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو اصول وضوابط مدون کئے وہ قانونِ اسلامی کا ابدی کارنامہ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔

'' پہلے میں کتاب اللہ اور سنتِ نبویؐ کو اختیار کرتا ہوں جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی میں نہ ملے تو صحابہ کرامؓ کے اقوال وعمل کو اختیار کرتا ہوں اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں، جب مسئلہ قیاس واجتہاد پر آجاتا ہے تو پھر اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔ (موفق، ج:۱،ص:۲۲)

امام ابوحنیفہؒ کا یہ زریں اصول آج تک وہی وزن رکھتا ہے جو ابتداء میں رکھتا تھا اس میں کسی بھی امام مجتہد کو اختلاف نہیں، تدوین فقہ میں بقیہ تینوں ائمہ کا یہی اصول رہا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ان کا اپنا خانہ زاد نہ تھا بلکہ اس مشہور حدیث کی پیروی تھی جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت کی تھی۔

> حضرت معاذؓ کو آپ نے یمن کا حاکم بنا کر روانہ کرتے وقت پوچھا اے معاذؓ تم کس بنیاد پر فیصلے کرو گے؟
> حضرت معاذؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ پہلے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا اگر اس میں کوئی جواب نہ ملے تو آپ کی ہدایت وسنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اگر اس میں بھی نہ ملے تو اپنی عقل ورائے سے فیصلہ کروں گا۔
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو اسی بات کی توفیق دی جس کو اس کا رسولؐ پسند کرتا ہے

(بخاری، باب بعث المعاذؓ)

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے سینکڑوں شاگردوں میں چالیس ایسے ماہر وکامل حضرات کو منتخب کیا تھا جو علوم اسلامیہ میں مسلّمہ حیثیت رکھتے تھے مجلسِ تدوین فقہ کے بارے میں مشہور محدث وکیع بن الجراحؒ لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہؒ کے کام میں کس طرح غلطی ہوسکتی ہے جب

کہ واقعہ یہ ہے ان کی مجلس میں امام ابو یوسفؒ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ، زُفرؒ جیسے قیاس اور اجتہاد کے ماہر موجود ہوں اور حدیث کے بارے میں یحییٰ بن زکریاؒ، حفص بن غیاث حبانؒ، مندلؒ، عبداللہ بن المبارکؒ جیسے ائمہ حدیث ہوں، اور لغت وعربیت کے ماہر قاسم بن معن جیسے حضرات شامل تھے۔ علاوہ ازیں زہد وتقویٰ میں شہرۂ آفاق داؤد الطائی، فضیل بن عیاض، جس شخص کے ہم نشین ہوں وہ کیونکر خطا کرسکتا ہے؟ اور اس کو خطا پر کس طرح چھوڑا جاسکتا ہے؟

امام وکیع بن الجراحؒ کا یہ تبصرہ اس صورت میں پیش آیا تھا جب کہ کسی شخص نے ان کی مجلس میں یہ کہہ دیا تھا کہ فلاں مسئلہ میں ابوحنیفہؒ سے خطا ہوگئی۔ اس پر وکیعؒ برس پڑے اور مذکورہ تبصرہ کردیا۔

(جامع المسانید ص:۳۳)

بہرحال امام ابوحنیفہؒ کا یہ کام ۱۲۰ھ سے ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔ یہ کام امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر اسلامی تو اسلامی غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ فجزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین خیر الجزاء.

فقہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں

علامہ کوثریؒ نے لکھا ہے، کتاب الرائے، کتاب اختلاف الصحابہ، کتاب الرد علی قدریہ، العالم والمتعلم، کتاب الآثار، مسند ابی حنیفہؒ، فقہ اکبر، (کتاب الآثار جس کو امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے مرتب کیا)

(المناقب للموفق، ج:۲، ص:۹۰، عقود الجواهر، ج:۱، ص:۲۳)

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے۔

مَن لَمْ يَنظُرْ فِيْ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةؒ لَمْ يَتَبَحُّرْ فِيْ الْفِقْهِ

(مناقب للموفق)

ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہے گا اس کو علم میں مہارت نصیب نہ ہوگی۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں۔ اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرو میں نے کسی بھی فقیہ کو ان کی کتابوں سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد، ج:۳، ص:۲۴۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فقہِ اسلامی کے مرتب اوّل ہیں

اور دیگر ائمہ نے آپ کی ہی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مجموعہ کا ذخیرہ آپ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کا مرہون منت ہے ان کتابوں کا نام (کتب فقہ ابی حنیفہؒ) کے نام سے مشہور ہے جن کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

کتب ظاہر الروایہ

اس میں چھ کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

(۱) جامع صغیر۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کے تمام مسائل جمع کئے ہیں اس کتاب کے مسائل کی تعداد (۵۳۳) ہے جن میں (۱۷۰) مسائل میں امام محمدؒ نے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کتاب کی چالیس شروحات لکھی گئیں۔

الجواهر المضیه، ج:۲، ص:۴۴۹)

(۱) جامع کبیر:

یہ کتاب جامع صغیر کی طرح ہے مگر اس میں مسائل زائد ہیں۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے بھی اقوال شامل ہیں۔ ہر مسئلہ کی دلیل بھی ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی بھی کئی ایک شرحیں ہیں۔

(۲) لطیفہ:

اس کتاب کی جامعیت اور وسعت وتحقیقی کیفیت دیکھ کر ایک عیسائی عالم مسلمان ہوگیا تھا۔ اس کا دلچسپ تبصرہ یہ تھا۔

جب مسلمانوں کے چھوٹے محمدؐ — (محمد بن حسن الشیبانیؒ)
کا یہ حال ہے تو بڑے محمدؐ کا کیا حال ہوگا؟ لا الہ الا اللہ۔

(۳) مبسوط:

یہ امام محمدؒ کی پہلی کتاب ہے ''الاصل'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے سینکڑوں مسائل جمع کئے ہیں جن کا امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا ہے اور وہ مسائل بھی ہیں جن میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے اختلاف بھی کیا ہے۔

(۴) زیادات:

اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع کبیر، جامع صغیر میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔

(۵) السیر الصغیر:

اس کتاب میں حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل درج ہیں جب امام اوزاعیؒ (ملک شام کے محدث) نے اس کتاب کو دیکھا اسکو پسند کیا اور طعن بھی کیا کہ عراق کے علماء کو سیاست اور حکومت سے کیا تعلق؟ امام محمدؒ نے

جب یہ طعن سنا تو سیر کبیر مرتب کی۔

(۶) السیر الکبیر:

یہ کتاب (۱۶۰) اجزاء پر مشتمل ہے جب امام محمدؒ نے اسی کتاب کو مرتب کیا تو شام کے خلیفہ وقت امام اوزاعیؒ نے بہت پسند کیا۔ علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا: امام محمدؒ کی یہ آخری کتاب ہے۔

یہ چھ کتابیں فقہ حنفی کی بنیاد اور اس کا سرمایہ ہیں۔

چوتھی صدی کے آغاز میں ابوالفضل محمد بن احمد مروزی المعروف حاکم شہید نے ''الکافی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں کتب ظاہر الروایات کے تمام مسائل جمع کر دیئے ہیں۔

امام سرخسی نے اس ''کتاب الکافی'' کی (۳۰) جلدوں میں شرح لکھی ہے جو ''المبسوط'' کے نام سے مشہور ہے جو آج بھی ہر جگہ مہیا ہے۔

کتب النوادر:

کتب ظاہر الروایۃ کے علاوہ امام محمدؒ کی دیگر کتب فقہ کو ''کتب النوادرات'' کہا جاتا ہے۔ جس میں لسانیات، جرجانیات، ہارونیات، امالی امام محمدؒ، نوادر ابن رستم، نامی کتابیں شامل ہیں۔ ان کتابوں کے مسائل موجودہ کتب فقہ اور فتاویٰ میں پائے جاتے ہیں۔

ان فقہی مسائل کے دلائل وہ احادیث ہیں جو کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) وغیرہ سے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال پہلے مسانید، وآثار وسنن کے نام سے معروف تھیں۔ ایسی ساری احادیث

کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشد تلامذہ میں شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی نے ''اعلاء السنن'' نامی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جو آج ہر کتب خانے میں دستیاب ہے۔ **فلله دره.**

چودھویں صدی ہجری کا یہ عظیم کارنامہ آج ان سب اسکالروں و سلفیوں کی زبان بندی کے لیے کافی ہے جو فقہ حنفی کو احادیث رسول کے خلاف کہا کرتے ہیں۔ ایسے حضرات اس بارے میں ان چند علماء کا سہارا لیا کرتے ہیں جنہوں نے راویانِ حدیث پر کلام کیا ہے اور ہر وہ حدیث جو ان کی نظر وفکر اور مسلک کے خلاف ہو کچھ نہ کچھ جواب دیکر دوسروں کو خاموش کر دینے کی ناکام کوشش کی ہے خاص طور پر ان عوام کو جو حدیث وتو حدیث عربی زبان سے بھی واقف نہیں ہیں خوب خوب گمراہ کیا۔ **اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون.**

ان کا اپنا کردار ہے جس پر وہ مطمئن ہیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُوْنَ.

یہ حضرات یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ کس راوی پر کلام نہیں کیا گیا جو ان کے راویوں پر کلام نہ کیا جائے گا؟ جن احادیث کو ضعیف کہا گیا انہی احادیث کے راویوں کی تائید وتوثیق کو بحال بھی کیا جاتا ہے۔

ایک محقق ایک راوی کو غیر ثقہ وضعیف کہتا ہے تو دوسرے محقق نے اس کی تائید وتوثیق کی ہے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کی بیسوں مثالیں موجود ہیں جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ بے علم یا کم علم کو تو سمجھایا جاسکتا ہے۔ پڑھے لکھے جن کو کون سمجھائے؟ بخاری ومسلم کی بعض روایات پر کلام کیا گیا۔ لیکن بعض دوسروں نے اس کو قبول کیا تو کیا ایسی روایات کو ضعیف اور جھوٹی، من گھڑت جیسا کہ موجودہ دور کے

اسکالروں کا شعار ہے کیا جائے گا؟ اور کیا ان کا نقل کرنا گناہ وگمراہی سمجھا جائے گا؟

بوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی

امام بخاریؒ کی کتاب بخاری شریف کے (۴۳۰) چار سو تیس اپنے خصوصی راویوں میں سے اسی (۸۰) راوی ایسے ہیں جن پر اہل علم نے کلام کیا ہے تو کیا ان سب احادیث کو ضعیف شمار کیا جائے گا؟

ایسے ہی کتاب مسلم شریف کے چھ سو بیس (۶۲۰) خصوصی راویوں میں سے ایک سو سات (۱۰۷) راوی ایسے ہیں جن پر اہل تحقیق نے کلام کیا ہے (دیکھے مقدمہ فتح الباری ص:۵) تو پھر کیا ان سب کی احادیث کو ضعیف اور غیر معتبر کہا جائے گا؟ دور حاضر کے اسکالروں اور سلفیوں کا یہ بڑا المیہ ہے کہ انہوں نے احادیث ضعیفہ کی حقیقت کو نہ سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی۔ کسی حدیث کا ضعیف ہونا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حدیث جھوٹی، من گھڑت یا دیوانہ کلام ہے۔ جیسا کہ ان کی زبانوں کا تکیۂ کلام ہے (۱۲) بارہ سو سال سے ایسی ضعیف احادیث مستند کتابوں میں نقل ہوتی آرہی ہیں اور ان پر کلام در کلام ہوتا چلا آرہا ہے پھر بھی ان کو محدثین نقل کرتے آرہے ہیں کیوں نہ پہلے ہی ان روایات کو کتابوں سے نکال دیا گیا ہوتا؟ خود بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث ''غریب'' شمار کی گئی ہے جو احادیث ضعیفہ کی ایک قسم ہے اس کے باوجود روز اول سے آج تک بلا کسی نکیر واعتراض کے کتاب بخاری میں نقل ہوتی آرہی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک نقل ہوتی رہیں گی۔

یہ ان کے علم وعقل کا افلاس نہیں تو اور کیا ہے کہ راویوں پر کلام کر کے کلام رسول ﷺ کو مجروح کرنا بلکہ اس کا انکار کر دینا اور اس کو جھوٹی ومن گھڑت قرار دینا انکار حدیث کا چور دروازہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کو ہم دو چار مثالوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

راویوں پر تنقید کی حقیقت

پہلی مثال:

جابر جعفیؒ (کوفی) ایک مشہور راویٔ حدیث ہیں جن کو دعویٰ تھا کہ ہزاروں احادیث کے وہ حافظ ہیں، ان کے بارے میں ناقدین حدیث کی مختلف رائے ہیں۔

امام سفیان الثوریؒ کا قول ہے کہ میں نے جابر جعفیؒ سے زیادہ محتاط کسی اور راوی کو نہیں دیکھا۔

امام شعبہؒ (جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں) فرمایا کرتے تھے جابر جعفیؒ ایک ایسا ویسا قسم کا راوی ہے (غیر معتبر)

امام سفیان ثوریؒ نے جب یہ سنا تو امام ابوحنیفہؒ سے فرمایا اگر تم جابر جعفیؒ کے بارے میں گفتگو کرو تو میں تمہارے بارے میں گفتگو کروں گا؟

اسی طرح امام وکیع بن الجراحؒ کا قول ہے کہ تم لوگ کسی بات میں شک کرو تو کرلو لیکن جابر جعفیؒ کے بارے میں کچھ نہ کہو وہ ثقہ (قابلِ اعتماد) ہیں۔

دوسری مثال:

الاذنان من الراس الحدیث ۔یعنی وضو میں سر کے مسح کے لیے جو پانی لیا جاتا ہے وہی پانی کان کے مسح کے لیے کافی ہے۔(فقہ حنفی یہی ہے) جدید پانی لینے کی ضرورت نہیں۔

امام شافعیؒ کانوں کے مسح کے لیے جدید پانی لینا ضروری قرار دیتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے طرف سے جواب دیا گیا کہ مذکورہ حدیث میں دو راوی ایک سنان بن ربیعہ مضطرب الحدیث ہیں۔اور دوسرے راوی شہر بن حوشب کو امام ابن عدیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

فقہ حنفی میں اس کا یہ جواب دیا گیا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحیٰ بن معینؒ نے شہر بن حوشب کو ثقہ راوی کہا ہے اور پہلے راوی سنان بن ربیعہؒ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا غیر ثقہ ہونا ثابت نہیں۔دیکھئے یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں مختلف رائے ہے۔

تیسری مثال:

من مس ذکرہ فلیتوضا (الحدیث) شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہی حکم بعض ائمہ حدیث کا مسلک ہے۔

امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک راوی اسحاق غیر ثقہ ہے۔

لیکن امام یحیٰ بن معینؒ اور امام شعبہؒ نے ان کو ثقہ کہا ہے یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں مختلف رائے ہے۔

چوتھی مثال:

نماز میں بار بار ہاتھ نہ اٹھانے (عدم رفع یدین) والی حدیث کا ایک راوی عاصم بن کلیب کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے (یعنی قابل اعتماد قرار دیا ہے۔) یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں دونوں کلام ہیں یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے کہ جس کسی کو چاہے اختیار کرلیں۔ لیکن یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ عوامی کام نہیں ہے اسکالروں نے اس کو عام کردیا۔ **انا للہ.**

پانچویں مثال:

ابوداؤد شریف کی ایک حدیث (**لاصلوۃ الا بالقرآن: الحدیث**) (تلاوتِ قرآن کے بغیر نماز نہیں) کے ایک راوی جعفر بن میمون کو امام نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

لیکن امام احمد بن حنبلؒ نے انہیں صالح الحدیث (ثقہ) کہا ہے اسی طرح امام یحیٰ بن معینؒ اور امام ابن حبانؒ نے بھی انہیں ثقات (قابل اعتماد) راویوں میں شمار کیا ہے۔

علوم حدیث میں یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ اور اہم ترین ہے کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل اور قلیل الوجود ہوجاتا ہے ایک شخص کو بہت سے لوگ نہایت ثقہ، متدیّن، راست باز خیال کرتے ہیں، اسی شخص کو دوسرے حضرات ضعیف الراویۃ، غیر ثقہ، ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں یہ سب اپنی اپنی معلومات کے تحت ہوا کرتا ہے، لطف تو یہ کہ ہر دو تبصرہ نگار اس رتبہ کے ہیں کہ جن کی عظمت وشان

سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

امام بخاریؒ وامام مسلمؒ میں اگر چہ سخت اختلاف نہیں ہے۔ تاہم بہت سارے راویوں کے بارے میں دونوں اختلاف کرتے ہیں ایک قابلِ حجت جانتا ہے۔ تو دوسرا انہیں تسلیم نہیں کرتا۔

علامہ نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم میں بعضوں کے نام لکھے ہیں اور محدّث حاکم کی کتاب المدخل سے نقل کیا ہے کہ ان راویوں کی تعداد جن سے امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں احتجاج کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان سے حجت نہیں لی ایسے راوی چھ سو پچیس (۶۲۵) ہیں کتاب میزان الاعتدال دیکھی جائے تو سینکڑوں راوی ایسے ملتے ہیں جن کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور یہ طبعی بات ہے کہ جو لوگ احادیث رسولؐ میں مشغول ہیں ان کو راویوں کی جان پہچان علم، فہم اور ان کے تقویٰ وطہارت کی تصدیق وتکذیب کا علم حاصل کرنا آسان کام نہیں ہوتا، ایسے حالات میں بس راویوں کی نیک نامی، نیک شہرت پر ہی اکتفاء کرنا پڑتا ہے اگر چہ جرح وتعدیل کے اصول وقواعد موجود ہیں لیکن وہ قواعد اور اصول بھی خود اجتہادی اور مختلف فیہ ہیں۔ ایسے اصول سے ظن غالب کا لحاظ تو کیا جا سکتا ہے۔ یقین وقطعیت کیونکر تسلیم کی جائے گی۔؟ لہذا کسی صاحب علم کی تنقید یا تبصرہ سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں۔

محض اپنی تنقید وتبصرے سے کسی راوی کو ضعیف یا غیر ثقہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ خود اس کا اپنا فیصلہ ہوگا دوسروں پر کیونکر لاگو ہوگا، جب کہ دیگر اہل علم اس سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ کے اپنے خصوصی راویوں میں (جن میں امام مسلمؒ کا کوئی

راوی شریک نہیں) (۴۳۰) چارسوتیس راوی ہیں ان میں کم وبیش (۸۰) اسی راوی ایسے بھی ہیں جن پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اسی طرح امام مسلمؒ کے اپنے خصوصی راویوں میں (جن میں امام بخاریؒ کا کوئی راوی شریک نہیں) چھ سوبیس (۶۲۰) ہیں ان میں کم وبیش ایک (۱۶۰) ایک سو ساٹھ راوی ایسے بھی ہیں جن پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۵)

اس حقیقت کے بعد بھی کتاب بخاری اور کتاب مسلم، (اصح الکتب بعد کتاب اللہ) کہلائی جاتی ہیں۔جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ راوی پر تنقید وتبصرہ کوئی الٰہی یا وحی الٰہی جیسا پختہ حکم نہیں ہوتا بلکہ اپنی اپنی معلومات کے تحت کیا جاتا ہے اور جن اصولوں کے تحت بھی کیا جاتا ہے وہ بھی تو اپنے ہی ظنّی ومعلوماتی قسم کے تبصرے ہوا کرتے ہیں ان سے بھی کوئی قطعیت یا یقین پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ سب ظنّی وقیاسی ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جن راویوں پر ناقدین نے تبصرہ کیا ہے اسی درجے کے دوسرے ناقدین نے انہی راویوں کو عادل، ثقہ، قرار دیا ہے۔

تو پھر ایسی صورت میں کس کا فیصلہ قبول کیا جائے گا؟

اور کونسی حدیث رسولؐ کو اختیار کیا جائے گا؟ جب کہ راویوں کے اختلاف سے حدیث رسول نا قابل قبول بلکہ رد کی جارہی ہے۔ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ایک اہم اور نہایت اہم نکتہ بھی مطالعہ کریں کتب حدیث میں ایسی سینکڑوں احادیث ہیں جن کو اسماء الرجال کے علماء نے ضعیف ومنکر وشاذ قرار دیا ہے۔ یہ ساری احادیث ایسی ہیں جن کو نقل

کرنے والے چار چار، چھ چھ راوی ہوتے ہیں ان میں صرف ایک راوی کسی کی تحقیق میں غیر ثقہ قرار پایا تو بقیہ چار پانچ راویوں کا اعتبار اور ان کا اعتماد بے قیمت و بے قدر کیونکر ہو گیا اور وہ سب کے سب ایک راوی کے غیر ثقہ ہونے پر بے قیمت و بے قدر کیونکر ہو گئے؟ فاعتبروا یا اولی الالباب.

اسماء الرجال کا علم موجودہ اسکالروں نے غلط سمجھا اور اس کا استعمال بھی غلط کیا۔ تفصیل کسی عالم حدیث سے معلوم کیجئے انشاء اللہ حق واضح ہو جائیگا۔

فقہ حنفی کی مختصر تاریخ

فقہ حنفی کا سارادار و مدار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول ﷺ کی روایات پر موقوف ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت و تعلق ہے وہ بہت کم صحابہؓ کو نصیب ہوا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو خلوت و جلوت اور ہم نشینی و قربت حاصل تھی ایسے صحابہ کم پائے جاتے ہیں۔ کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ ہم لوگ اپنے وطن یمن سے رسول اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چند دن مدینہ منورہ آئے۔ وہاں ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ کوئی وقت ایسا نہ ہوتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حاضر نہ ہوں الا یہ کہ آپ اپنے حجرۂ مبارکہ میں چلے جائیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی ہی میں فتویٰ دینے کی اجازت دے رکھی تھی شکل وصورت علم وعمل میں وہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ سمجھے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم جن اصحاب کو خصوصیت سے ملے ہیں ان میں حضرت ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں۔ ایسے اصحاب کی تعداد چھ عدد بیان کی جاتی ہے۔

(فتح الباری)

حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے پیچھے سینکڑوں شاگرد چھوڑے ہیں جن میں نامی گرامی حضرت علقمہؒ حضرت اسودؒ حضرت عبیدہؒ اور حضرت حارثؒ ہیں۔

حضرت علقمہؒ نہایت نام آور ہوتے ہیں۔ حضرت علقمہؒ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن کم سن اور شیر خوار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ البتہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت خبابؓ، اور کئی ایک صحابہؓ سے احادیث نقل کیں ہیں۔

خاص طور سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، کی خدمت وصحبت میں اس اہتمام سے پابندی کی ہے کہ ان کے طور وطریقہ، رفتار وگفتار، علم وعمل میں ان کے مشابہ ہو گئے۔ عام طور پر حضرت علقمہؒ کو حضرت ابن مسعودؓ کا ثانی کہا جانے لگا۔

خود حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب علقمہؒ کو دیدیا اب میری معلومات علقمہ کی معلومات سے زیادہ نہیں۔ لا الہ الا اللہ

حضرت علقمہؒ کے بارے میں اس سے زیادہ اور کیا توثیق ہوسکتی ہے کہ خود حضراتِ صحابہؓ اُن سے مسائل دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں اگر کوئی شخص حضرت علقمہؒ کا ہمسر تھا تو وہ حضرت اسودؒ تھے حضرت علقمہؒ وحضرت اسودؒ کا مستند تذکرہ ہماری کتاب ''اکیس ۲۱ جلیل القدر تابعین'' میں مطالعہ کیجئے) (حضرت علقمہؒ وحضرت اسودؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعیؒ مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انہیں ''فقیہ العراق'' کا لقب ملا۔ علم حدیث میں ''صیر فی الحدیث'' (علم حدیث کی کسوٹی) کہلائے گئے۔ امام شعبیؒ نے (جنہوں نے پانچ سو سے زائد اصحاب رسول ﷺ کو پایا ہے) حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات پر فرمایا:

''ابراہیمؒ نے کسی کو نہیں چھوڑا جو ان سے زیادہ عالم فقیہ ہو۔ اس پر ایک شخص نے تعجب سے پوچھا کیا امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ بھی؟

امام شعبیؒ نے فرمایا حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ کا کیا تذکرہ؟ شہر کوفہ، بصرہ، ملک شام، حجاز مقدس میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں جو ان جیسا یا ان کے برابر ہو۔ لا الہ الا اللہ۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہوگیا تھا جو ان کے شاگردوں کے یہاں زبانی محفوظ تھا کیونکہ یہ وہ دور تھا جس میں تصنیف وتالیف کا رواج ابھی پورے طور پر رائج نہ ہوا تھا۔ علم فقہ کا یہ ذخیرہ حضرت حمادؒ (امام ابوحنیفہؒ کے استاد) کے پاس محفوظ رہا جو حضرت ابراہیم نخعیؒ کے خصوصی شاگردوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے

بعد امام حمادؒ ان کے جانشین بنے مسند علمی انہی کو ملی، اُس دور میں کہا جاتا تھا کہ امام حمادؒ کہ امام ابراہیم نخعیؒ کے مجموعہ فقہ کے بہت بڑے حافظ ہیں۔ امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا اسی سن میں امام ابوحنیفہؒ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگردوں کا حلقہ میسر آیا اور کوفہ میں ان کی درس گاہ ''مرجع عام'' قرار پائی۔

فقہ حنفی کا ذخیرہ

امام ابوحنیفہؒ کے اخذ کردہ مسائل کا آج جو ذخیرہ دنیا میں موجود ہے وہ امام صاحب کے چند ایک ممتاز و نامی گرامی شاگردوں کا مجموعہ ہے جن کے یہ نام ہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام زُفرؒ، امام حفص بن غیاثؒ، امام حبانؒ، امام داؤد الطائیؒ، ان مسائل کی احادیث کتاب ''جامع المسانید'' کے اندر ہیں جو پندرہ ضخیم جلدوں میں موجود ہے جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہے۔

علاوہ ازیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے ایک ایسی عظیم الشان کتاب ''اعلاء السنن'' نامی کتاب مرتب کر دی جس میں فقہ حنفی کی کل احادیث صحیحہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جو اب تک متفرق کتابوں میں درج ہوتی چلی آ رہی تھیں۔ فجزاہ اللہ تعالی احسن الجزاء.

دوسری کتاب ''آثار السنن'' ''مسند ابی ابوحنیفہؒ'' اس کے علاوہ ہیں جن میں فقہ حنفی کی احادیث صحیحہ جمع ہیں۔ مذکورہ کتابیں کراچی، لاہور، دہلی، دیوبند، سہارنپور کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

فقہ حنفی اور قرآن وحدیث

اہل سنت والجماعت کی فقہ اربعہ (فقہ حنفیؒ، فقہ شافعیؒ، فقہ مالکیؒ، فقہ حنبلیؒ) جو بارہ سوسال سے ممالک اسلامیہ کا قانونِ عدالت رہا ہے آج بھی وہی حیثیت رکھتا ہے اس طویل عرصہ میں دیگر مکاتب فکر کی جماعتوں میں بھی قانون اسلامی رائج رہا ہے تاہم فقہ اربعہ قرآن وحدیث سے قریب تر رہا ہے۔ خاص طور پر فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی سلطنت کا قانون اور اس کی عدالتوں کا دستور بنا رہا اور آج بھی اکثر اسلامی ممالک میں یہی قانون نافذ ہے۔

فقہ حنفی کی قرآن وحدیث سے قربت اور موافقت جو اس کی امتیازی علامت ہے چند مثالوں سے یہاں ظاہر کی جارہی ہیں اہل علم خود فیصلہ کریں۔ وباللہ التوفیق.

(۱) پہلی مثال:

امام بخاری نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حدیث "لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ" سے ہر نماز خواہ کوئی تنہا پڑھ رہا ہو یا امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو، سرّی نماز ہو یا جہری نماز ہو، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری

قرادیا ہے۔ ورنہ نماز باطل ہوجائیگی۔

امام ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں جیسا کہ ان کا امتیازی وصف ہے سب سے پہلے قرآن حکیم سے استدلال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم نے یہ ادب سکھلایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو قرآن کو سنو اور خاموش رہو۔ وہ آیت یہ ہے "اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا" الآیه (اعراف: آیت ۲۰۴) چپ رہنے اور کان لگانے کا یہ حکم عمومی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر حالت میں تلاوت قرآن پر توجہ دینا ضروری ہے۔ یہی اساس نمازوں میں بھی جاری ہوگی جب کہ قرآن کی تلاوت نماز کا اہم رکن بھی ہے۔

علاوہ ازیں بیسوں احادیث سے ثابت ہے کہ مذکورہ آیت نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لحاظ سے مقتدی کو امام کے پیچھے چپ کھڑا ہونا چاہیے۔ اب اگر وہ بھی قرأت کرتا ہے تو یہ آیت کے مفہوم کے مخالف عمل ہوگا جس کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔

امام بخاری کا یہ ارشاد کہ مذکورہ آیت خطبۂ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب امام خطبہ دے تو سنیں اور خاموش رہیں۔ نماز سے اس کا تعلق نہیں۔ امام بخاری اپنی جلالت علمی و حدیث دانی میں جس مقام پر ہیں اس میں کسی کو اختلاف بھی نہیں تاہم امام بخاری کا یہ جواب نہایت سطحی اور بے وزن ہے کیونکہ مذکورہ آیت کا مصداق اگر خطبۂ جمعہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان بیسیوں احادیث کا کیا جواب ہے جس میں مذکورہ آیت کا نمازوں کے بارے میں نازل ہونے کا ذکر ہے؟

علاوہ ازیں امام بخاریؒ کا جواب ان تمام اہل علم کے اجماعی فیصلہ کے خلاف بھی ہوجاتا ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ سبب نزول کے خاص ہونے

سے لازم نہیں آتا کہ اس کا حکم بھی خاص (مخصوص) ہو بلکہ اس آیت کا حکم عام ہوجاتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہوگا۔ قرآن خواہ خطبہ جمعہ میں پڑھا جائے یا نماز میں یا عام حالت میں۔

امام بخاریؒ کو یہ اشتباہ سہو یا تقلید اساتذہ کی وجہ سے پیش آیا جو بھی صورت ہو بہر حال یہ ان کی اپنی شخصی فکر ونظر کا مسئلہ ہے جو کل امت پر واجب نہیں۔

بہر حال ہم کو یہ بتانا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کسی بھی مسئلہ میں پہلے قرآن حکیم کے منشاء ومراد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ سے اس کی مراد و منشاء کو ظاہر کرتے ہیں آیت قرآن کی تاویل نہیں کرتے بلکہ حدیث کی تاویل کرتے ہیں۔ احادیث رسولؐ میں جہاں نماز پڑھنے والوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تنہاء نماز پڑھنے والوں کو ہے جن میں امام بھی شامل ہے خاص ہے اور امام کے پیچھے پڑھنے والوں کا کام ان احادیث صحیحہ پر موقوف ہے جن میں امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیا گیا ہے اور مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد) ان کتابوں میں وہ ساری احادیث ہیں۔

(۲) دوسری مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہی جائے، امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے۔ امام بخاری نے یہ حدیث پیش کی کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ لیکن امام بخاریؒ نے توجہ وغور سے کام نہیں لیا۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ بھی متفق ہیں کہ مقتدی

کو بھی کو آمین کہنا چاہیے۔ گفتگو کہنے یا نہ کہنے سے متعلق نہیں بلکہ آہستہ اور آواز سے کہنے کے بارے میں ہے۔

حدیث بخاری میں صرف آمین کے لیے کی ہدایت ہے جہراً وسراً سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

پھر مذکورہ حدیث سے آمین بالجہر کیوں کر ثابت ہوسکتی ہے؟ جب کہ احادیث صحیحہ سے آمین آہستہ کہنا بھی ثابت ہے۔ (ہماری کتاب ''رسول ﷺ کی اذان ونماز'' مطالعہ کیجئے جس میں نماز کی ساری احادیث درج کردی گئیں ہیں)

(۳) تیسری مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہے کہ ایک تیمّم سے کئی ایک فرض نماز ادا کی جاسکتی ہیں جیسا کہ ایک وضو سے کیا جاسکتا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ ہر فرض نماز کے لیے نیا تیمّم کرنا ضروری ہے۔

احادیث میں ہر دو فریق کے دلائل موجود ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ ان کا امتیازی وصف ہے ایسی صورت میں جب کہ ایک ہی مسئلہ میں دو متعارض اور مخالف احادیث ہوں پہلے قرآن کے مفہوم ومنشاء کو جاننا چاہتے ہیں پھر احادیث کو قرآنی مفہوم کے تحت کردیتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے۔

قرآن حکیم نے وضو کرنے کے لیے پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ النساء ۴۳ (فان لم تجدو ا ماءً فتیمموا صعیداً طیبا: الآیۃ (اگر وضو کے لیے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو)۔

جو حیثیت وضو کے حکم کی ہے وہی تیمّم کی ہے جب ہر نماز کے لیے

جدید وضو کی ضرورت نہیں تو جدید تیمّم کی بھی ضرورت نہیں احادیث میں جدید تیمّم کا جو حکم آیا ہے وہ واجب وضروری نہیں بلکہ افضل وبہتر عمل سمجھا جائے گا۔ اس طرح احادیث اور قرآن حکیم میں اختلاف وتضاد نہیں ہوگا۔ دونوں اپنے اپنے محل پر درست ہیں۔

(۴) چوتھی مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہے کہ تیمّم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو اثناء صلوۃ پانی میسر آجائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔

امام مالکؒ اور امام محمدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اسی تیمّم سے نماز پوری کر لی جائے۔ نماز کے بعد تیمّم خود بخود ٹوٹ جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال قرآن کی اس آیت سے ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر پانی نہ پاؤ تو تیمّم کر لو۔

تیمّم کی اجازت پانی نہ ملنے پر مشروط تھی جب شرط ختم ہوگئی تو مشروط بھی (تیمّم) بھی ختم ہوگیا۔ لہذا نماز بے تیمّم و بے وضو ہوگئی پھر پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔

اگر احادیث قرآن کے اس مفہوم سے ہٹ کر ہیں تو احادیث کی تاویل کی جائیگی نہ کہ قرآن کے مفہوم کو بدلا جائے۔ ایسی صورت میں نہ قرآن حکیم کا مفہوم بدلا اور نہ احادیث کا انکار کیا گیا۔ (احادیث کی تاویل علماء سے دریافت کر لی جائے)

(۵) پانچویں مثال:

حضرت امام شافعیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت اگر بالغہ عاقلہ ہو تو ہر حال میں اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح نہیں کرسکتی اس کو اپنے ولی اجازت لینی ضروری ہے۔

اس کے برعکس حضرت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں عاقلہ بالغہ لڑکی کو اپنا نکاح آپ کر لینے کا اختیار ہے وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے اس اختلاف پر دونوں کی طرف قرآن وحدیث کے دلائل موجود ہیں۔ تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی ''کتاب الام'' میں بڑے شد ومد سے لکھا ہے۔ کہ وہ دلیل اس آیت پر مبنی ہے۔

''وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ :الآية: سورہ بقرہ :آیت ۲۳۲)

ترجمہ: جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرلیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ'' کا خطاب اولیاء وسرپرستوں کو ہے انہیں منع کیا جارہا ہے کہ ایسی عورتوں کو اپنے سابقہ شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ معلوم ہوا کہ سرپرستوں کو نکاح روکنے کا اختیار ہے۔ لہٰذا عورت اپنے ولی وسرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی۔

امام شافعیؒ کا مذکورہ استدلال سطحی قیاس ورائے سے زیادہ حیثیت نہیں

رکھتا۔ کسی کو منع کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص اجازت یافتہ تھا تب ہی تو منع کر رہا ہے۔ ہم بہت سی باتوں میں مداخلت اور ممانعت کرتے ہیں حالانکہ کسی ایک بات کا بھی ہم کو اختیار نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کی نظر وفکر سے اس کا تعلق نہیں ان کے کسی مقلد ومستفید کا جواب ہوگا امام رازیؒ جو مسلکاً شافعی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ کے معنی جو نقل کیے گیے ہے۔ آیت کی یہ مراد نہیں ہے کسی مقلد کا جواب ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ نے جیسا کہ ان کا زرین اصول ہے جس مسئلہ کا تعلق قرآن حکیم سے ہو پہلے وہ قرآن کی تشریح فرماتے ہیں اور منشاء قرآنی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں آیت مذکورہ کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے اس کا واضح مطلب اور مفہوم یہی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اکثر یہ دستور تھا کہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیتے تھے اور اس غیرت سے کہ جو عورت ان کے ہم بستر ہو چکی ہے دوسرا نکاح کر کے دوسرے کے آغوش میں چلی جائے۔ اس عورت کو دوسرا نکاح کرنے سے روک دیا جاتا تھا ایسی وہمی وفرضی رسم کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سابقہ شوہروں کو بھی منع کیا کہ ایسا ظلم نہ کریں۔ طلاق کے بعد عورت کو اختیار ہے وہ بے شوہری کی حالت میں رہیں یا کسی اور سے نکاح کر لیں، مذکورہ آیت میں ایک لفظ یہ بھی ہے کہ ''اَنْ یَنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ'' کہ وہ عورتیں خود اپنا نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے کر لیں۔

نکاح کرنے کا تعلق خود ان کی اپنی ذات کو بتایا جا رہا ہے کسی ولی یا سرپرست کی ذات کو نہیں۔ آیت کی یہ تفسیر صاف وغیر مبہم ہے۔

بہر حال جس حدیث میں عورت کو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ تعلیم وتربیت کے لیے ہے کہ لڑکی اپنے مستقبل کی

تعمیر میں خودرائی کا فیصلہ نہ کرے بلکہ ماں باپ یا ولی کے حوالہ کردے جو تجربہ کار اور زمانہ شناس ہیں زیادہ سے زیادہ ممانعت کا حکم ارشادی امر ہے جو خیر خواہی کے لیے دیا جاتا ہے وجوب کے لیے نہیں۔ لڑکی جب بالغ ہوجائے تو وہ خودمختار ہوجاتی ہے لین دین اور اپنے معاملات میں۔

امام ابوحنیفہؒ نے مذکورہ حدیث کے مقابلہ میں دوسری حدیث صحیح بھی پیش کی "اَلاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا" بے شوہر والی عورت اپنے نکاح کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے (یعنی ولی کی اجازت بہتر ہے)

(۶) چھٹی مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ وضو میں صرف چار فرض ہیں، منہ دھونا، کہنیوں تک ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا، دونوں پیروں کو ٹخنے تک دھونا۔

امام شافعیؒ دو فرضوں کا اور اضافہ کرتے ہیں نیت کرنا، اور ترتیب سے وضو کرنا۔

امام مالکؒ وضو میں موالات (یعنی پے در پے وضو کرنا) کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔

امام احمدؒ چاروں فرضوں کے علاوہ بسم اللہ کہنا بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ اگر کسی نے قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہوجائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس قرآنی مسئلہ کو پہلے تو قرآن حکیم سے ثابت کیا کہ قرآن میں صرف چار اعضاء کا ذکر ہے ان کے علاوہ جو امور ہیں وہ فرض تو نہیں ہوسکتے یعنی نیت، بسم اللہ کہنا، موالات، وغیرہ کا آیت میں کہیں وجود نہیں البتہ موالات کا گمان بظاہر،

لفظ (واؤ) سے پیدا ہوسکتا ہے۔لیکن عربی لغت کے علماء کا اتفاق ہے کہ لفظ واؤ کے مفہوم میں پے درپے کا مفہوم شامل نہیں ہوتا امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں موالات کی فرضیت کے لیے اگرچہ دو چار دلیلیں لکھی ہیں لیکن انہیں تاویل سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی ہے۔فمن شاء فلیطالعھا.

امام ابوحنیفہؒ نے وضو میں قرآنی تشریح کے مطابق چار فرض قرار دئے ہیں باقی امور احادیث کی روشنی میں سنت ہونگے یا مستحب۔

(۷) ساتویں مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، امام شافعیؒ اس کے مخالف ہیں ان کا استدلال قرآن کی آیت: **و ان کنتم مرضی او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء : الآیۃ** (سورۃ النساء ۴۳)

ترجمہ: اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے فارغ ہوکر آئے یا تم نے عورت کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تیمّم کرلو (یعنی نماز کے وقت اگر پانی نہ ملے تو جیسے بیمار آدمی وضو نہیں کرسکتا ہے ایسے ہی مسافر جس کو راہ میں پانی نہ ملے پاک مٹی سے تیمّم کرلے)

ان تین موقعوں کے ساتھ چوتھا موقعہ عورت کو چھونے کا بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا ایسا شخص بھی پانی نہ ملے تو تیمّم کرسکتا ہے۔

فقہ کی زبان میں چھونے کے مسئلے کو ''مس المرأۃ'' کہا جاتا ہے۔امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ ان کا زریں اصول ہے قرآنی مسئلے کو پہلے قرآن ہی سے حل کرتے ہیں۔ پھر احادیث سے اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے جماع و مقاربت کرنا مراد ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا اپنا خصوصی طرز ادا ہے کہ ایسے تنزیہی اُمور کو صراحتاً تعبیر نہیں کرتا بلکہ کنایہ اور مجازی عنوان سے ادا کرتا ہے۔

خود اسی مذکورہ آیت میں الغائط کا لفظ پاخانے کے لیے استعمال کیا ہے جو حقیقی معنی میں نہیں کنائی لفظ ہے غائط کے اصلی معنی تو ہموار زمین کے ہیں لیکن اس سے ''جائے ضرورت'' یعنی پیشاب پاخانہ مراد ہے۔

اگر اصلی معنی مراد لیئے جائیں تو آیت کے یہ معنی ہونگے ''اگر تم ہموار زمین سے آؤ تو وضو کرنا لازم ہوگا۔'' یہ کسی کا بھی قول نہیں ہے۔

ایسے ہی آیت میں ''اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ'' سے مراد جماع و مقاربت کرنا مراد ہے کیونکہ آیت میں غسل و جنابت وطہارت کے مسائل بیان کئے جارہے ہیں۔ ''مسّ'' یعنی صرف چھونا مراد نہیں ہوسکتا۔

اگر چہ یہ کوئی پیچیدہ یا مغلق مقام نہیں بات چیت کا عام عنوان ہے جو قرآن حکیم نے کنائی عنوان سے اس کو ادا کیا امام شافعیؒ جیسے امام حدیث وفقہ پر یہ کیسے مخفی رہا ہوگا۔ ایک ظاہر بین انسان کو تعجب ضرور ہوتا ہے اس لیے ہمارا خیال ہے کہ امام شافعیؒ کی یہ دلیل نہیں ہوگی بلکہ ان کے کسی شاگرد یا مقلد نے بیان کیا ہوگا باقی احادیث اپنے مقام پر ہیں اہل علم سے مراجعہ کرلیں۔

(۸) آٹھویں مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی کو آمین سراً آہستہ

کہنا چاہیے۔

امام بخاریؒ جہر کے قائل ہیں یعنی آمین آواز سے کہا جائے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو (الحدیث)۔ یہاں امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آمین کہنے سے اونچی آواز کیونکر ثابت ہوئی؟ آہستہ کہنے پر بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے آمین کہی۔ حدیث شریف میں امام کے ولا الضالین کہنے پر مقتدی کو آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے اگر آواز سے کہنا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں جہر کا کوئی عنوان ہوتا مثلاً اس طرح ارشاد فرمایا جاتا جب امام آمین کہے تو تم بھی آواز سے آمین کہو وغیرہ۔ لہٰذا امام بخاریؒ کا یہ فرمانا کہ آمین آواز سے کہی جائے حدیث کے مفہوم میں شامل نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے امام کے پیچھے مقتدی کے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی حدیث نقل کی ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا (الحدیث)

یہاں خود امام بخاریؒ نے مقتدی کو سورۃ الفاتحہ چپکے سے (بغیر آواز) پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جب کہ حدیث میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے لہٰذا مقتدی کو سورۂ فاتحہ آواز سے پڑھنی چاہیے جس کا کوئی قائل نہیں۔ خود امام بخاریؒ بھی اس کے قائل نہیں لہٰذا آواز سے آمین کہنے کا مفہوم حدیث شریف سے ثابت نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ ''ولا الضالین'' کے بعد امام اور مقتدی دونوں کو آمین کہنا چاہیے یہ امام بخاری کی حدیث کے خلاف نہیں، بحث آمین کہنے میں نہیں ہے وہ تو دونوں کہیں گے۔

بحث جہر یا سر (آواز سے یا بے آواز) کہنے میں ہے امام ابوحنیفہؒ

جیسا کہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔

پہلے کلام اللہ استدلال کرتے ہیں پھر احادیث ذکر کرتے ہیں اس کے بعد مسئلہ کی پوری تحقیق بیان کردیتے ہیں۔

احادیث میں جہاں آمین آواز سے کہنا ثابت ہے وہاں آہستہ کہنا بھی ثابت ہے۔

عن وائل بن حجرؓ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین، قال آمین، واخفی بھاصوتہ

(مسند احمد ج ۴، ص:۳۰۶، دارقطنی، ج:۱، حدیث ۱۲۵۶)

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے **غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین** پڑھا تو خفی آواز میں آمین کہی۔

(اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں)، ہماری کتاب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (اذان ونماز) کا مطالعہ کیجئے جس میں نماز واذان، عیدین، صلوۃ جنازہ، وتر، عورتوں کی نماز کا طریقہ وغیرہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں جمع کردیا گیا ہے)

بہرحال امام ابوحنیفہؒ نے آمین کے جہر وسر کے بارے میں احادیث کے اختلاف کو قرآن حکیم پر پیش کیا جیسا کہ انکا زرّیں اصول ہے۔

قرآن حکیم نے انبیاء کرامؑ کی بعض دعاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے چپکے چپکے اپنے رب کو پکارا کہ سیدنا زکریاؑ نے اپنی آخری زندگی میں اولاد کے لیے دعا کی اس کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے **"اذ نادی ربہ نداءً خفیا—الآیۃ"**

(سورہ مریم آیت ۲)

ترجمہ: انہوں نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا، میرے رب بڑھاپے سے میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں، سر کے بال پک گئے ہیں (یعنی سارے اسباب ختم ہوگئے) پھر بھی میں آپ کو پکار کر محروم نہ رہوں گا، مجھ کو ایک وارث نبوت (لڑکا) عطا فرمادے۔ الخ

سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا میں خفیہ (چپکے چپکے) کا اضافہ دعا کی اس اعلیٰ کیفیت کو ظاہر کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یعنی چپکے چپکے دعا کرنا۔

اور یہ تو سارے مفسرین کا قول ہے کہ ''آمین'' دعا ہے اور قرآنی تصریح کے بعد اس کو خفی آواز میں ادا کرنا چاہیے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے ''ادعو اربکم تضرعاً و خفیة الآیة: (سورہ اعراف، آیت ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب کو آہ وزاری اور خفیہ طور پر پکارو کیونکہ اللہ دعا میں اعتداء (آواز کی بلندی) کو پسند نہیں کرتا۔

آیت کے الفاظ میں جہاں دعا آہستہ آہستہ چپکے چپکے کرنے کی ترغیب ہے وہاں دعا میں بلند آواز اللہ کو پسند نہیں اس کا بھی ذکر ہے۔ لہٰذا دعا (آمین) کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

ایک موقعہ پر صحابہ کرامؓ زور زور سے اللہ کو پکار رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لوگو! تم کسی غائب یا بہرے کو نہیں پکار رہے ہو۔'' الحدیث

بہر حال وہ احادیث جو قرآنی منشاء کے خلاف پڑتی ہیں وہ یا تو تاویلی روایات ہیں یا ابتداء زمانے کی احادیث ہیں جب کہ نماز میں سلام'' کلام کرنا وغیرہ جائز تھا اسی طرح وہ احادیث جن میں آمین کو آہستہ کہنا آیا ہے وہ قرآن

حکیم کے منشاء سے مطابقت رکھنے کی وجہ سے قابل ترجیح ہونگی۔

امام ابوحنیفہؒ نے انہی احادیث سے اپنی تحقیق ثابت کی کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا چاہیے کیونکہ آمین دعا ہے۔

رہی احادیث کی تفصیلی بحث تو وہ کتب فقہ میں موجود ہے کہ کسی عالم باخبر سے معلوم کرلی جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کی ایک اور اساسی فکر- رائے وقیاس کا مقام؟

تمام فقہائے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حدیث ثابت ہوجانے کے بعد قیاس ورائے کا کوئی وزن نہیں رہتا اس کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔ اور حدیث رسولؐ کو اختیار کرلیا جاتا ہے۔ اگر چہ یہ فکر ہر فقیہہ ومجتہد کا نصب العین ہوا کرتا ہے خاص طور پر ائمہ اربعہ کا شعار رہا ہے لیکن اس فکر میں امام ابوحنیفہؒ ممتاز نظر آتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ مشہور زمانہ قول ہزار سال سے نقل ہوتا آرہا ہے۔ ''اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ'' جب حدیث ثابت ہوجائے وہی میرا مذہب ہے۔ لا الہ الا اللہ

حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ احادیثِ ضعیفہ کو قیاس ورائے پر ترجیح دیتے ہیں جس کی بیسوں مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں بطور ثبوت اور دلیل دو چار مثالیں یہاں درج کی جارہی ہیں۔

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ مدینہ منورہ گئے وہاں امام باقرؒ سے جو خاندانِ سادات کے سرخیل ہیں ملاقات ہوگئی تعارف کے بعد امام باقرؒ کو بتایا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جو کوفہ کے فقیہہ کہلاتے ہیں۔ امام باقرؒ نے فرمایا آپ وہی امام ابوحنیفہؒ ہیں جو ہمارے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

پر اپنے قیاس ورائے کو ترجیح دیتے ہیں؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا یہ آپ کو غلط خبر پہونچی ہے، پھر امام ابوحنیفہؒ نے ان سے نہایت ادب واحترام کے ساتھ چند سوالات کئے اور ان کے خود جوابات بھی دیئے۔

فرمایا، بتلایئے عورت کمزور ہے یا مرد؟، امام باقرؒ نے کہا عورت۔ فرمایا میراث میں عورت کا کتنا حصہ ہے؟ اور مرد کا کتنا؟

امام باقر نے فرمایا مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ۔ امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس ورائے سے کام لیتا تو عورت کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ قرار دیتا کیونکہ مرد کی بنسبت عورت کمزور اور قابلِ رحم ہے۔ پھر فرمایا نماز افضل ہے یا روزہ؟، امام باقرؒ نے جواب دیا نماز، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر میں رائے اور قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایام حیض کی نمازوں کو ادا کرنے کی ہدایت کرتا اور روزوں کی نہیں کیونکہ نماز افضل ہے۔ پھر امام صاحب نے پوچھا منی زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقرؒ نے جواب دیا پیشاب، امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب کرنے پر غسل واجب قرار دیتا اور منی خارج ہونے سے وضو کرنے کا حکم دیتا کیونکہ پیشاب منی سے زیادہ ناپاک ہے۔ پھر فرمایا وضو میں خفین (چمڑے کے خاص جوتوں) پر جو مسح کیا جاتا ہے وہ خفین کے اوپری حصے پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت آئی ہے، اگر میں قیاس سے کام لیتا تو خفین کے نیچے تلوے پر مسح کرنا ضروری قرار دیتا۔

اس قسم کے دو چار اور مسائل بیان کرنے کے بعد فرمایا میں تو ضعیف احادیث پر بھی اپنے قیاس کو ترک کر دیتا ہوں امام باقرؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب کو پیشانی کو بوسہ دیا۔

رائے وقیاس کی حیثیت

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں پہلے میں کتاب اللہ اور سنت نبوی کو اختیار کرتا ہوں جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت نبویؐ میں نہ ملے تو صحابہ کرام کے اقوال اختیار کرتا ہوں اسکے بعد دوسروں کے فتاویٰ اور اقوال میرے نزدیک برابر اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ بھی رجال (اہل علم) اور ہم بھی رجال ہیں۔ جب امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام ابن سیرینؒ، امام عطا بن ابی رباحؒ امام سعید بن المسیبؒ وغیرہم سب حضرات قیاس کرتے ہیں تو میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں لکھا گیا ہے امام ابوحنیفہؒ حدیثِ ضعیف کے مقابلہ میں اپنے قیاس کو بھی ترک کر دیتے ہیں یہ ایسی فکر ہے جو دیگر ائمہ مجتہدین کی فکر میں خال خال ہی ملتی ہیں۔ اس کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کو قیاس، اہل الرائے کہا گیا، تعصب اور حسد کی اس سے زیادہ اور کیا مثالیں ہوں گی۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ خلافتِ بنوامیہ کی عدالت کے صدر قاضی تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کبھی اچھے خیالات کا اظہار کرتے اور کبھی تنقید و تبصرہ بھی کر دیتے ان سے جب یہ پوچھا گیا تو فرمایا ''الفتی محسود'' ابوحنیفہؒ محسود

ہیں۔یعنی ان کے کمالات وفضائل پر حسد کیا جاتا ہے۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ کی یہ اساسی فکر ان کی فقہ میں بکثرت پائی جاتی ہے اعتراض وہی شخص کرتا ہے جو امام کی نظر وفکر سے ناواقف اور بغض وعناد کا مریض ہو چکا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کے ترکِ قیاس کی چند مثالیں

امام ابوحنیفہؒ کی یہ تحقیق ہے کہ نماز میں آواز سے ہنسنے پر وضوٹوٹ جاتا ہے۔امام صاحب نے اس کو اس حدیث سے ثابت کیا ہے جس کو محدثین نے "حدیث القهقهه فی الصلوة" کے عنوان سے نقل کیا ہے مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کی جارہی تھی اثناء صلوۃ ایک نابینا صحابی آ گئے اور کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑے بعض مصلی حضرات ہنس پڑے ،سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔الا من قهقه منكم فليعد الوضوء والصلوة. الحديث

جنہوں نے قہقہہ لگایا اور وضواور نماز کا دوبارہ اعادہ کریں۔

اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس کو اپنا مسلک بنایا اور قیاس کو ترک کر دیا۔

قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہنسنے سے نہ وضوٹوٹنا چاہیے نہ نماز کیونکہ وضوٹوٹتا ہے خروج ریح یا خروج نجاست یا خروجِ دم (خون) وغیرہ سے یہاں ایسی کوئی بات پیش نہ آئی قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ وضو نہ ٹوٹے لیکن امام صاحب نے اپنے قیاس کو ایک حدیث ضعیف کے مقابلہ میں ترک کر دیا۔اور حدیث پر عمل کیا لیکن امام شافعیؒ نے قیاس کو ترجیح دی اور وضو نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسری مثال:

احادیث کی ایک قسم (مراسیل) ہے جو احادیث ضعیفہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ حدیث مرسل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کو تابعی اپنے استاد صحابی رسول ﷺ کا نام ترک کر کے خود ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہو، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ایسی روایت کو قبول نہ کرنا چاہیے کیونکہ راوی نے رسول اللہؐ کو جب دیکھا ہی نہیں تو قال رسول اللہؐ کہنا صحیح نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے ایک شرط کے ساتھ ایسی روایت کو قبول کیا ہے اور اپنے قیاس کو ترک کر دیا۔

امام ابراہیم نخعیؒ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث ہیں اکثر روایات مرسلہ بیان کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ میں جب کسی راوی کا واسطہ ترک کرتا ہوں تو اسی وقت کرتا ہوں جب کہ اس روایت کو ایک سے زائد راوی بیان کرتے ہوں۔

یہی حال امام حسن بصریؒ کا تھا ان کی احادیث میں بھی مراسیل احادیث بکثرت ملتی ہیں علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حسن بصریؒ کی مراسیل، احادیث مرفوعہ صحیحہ کا حکم رکھتی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی محدثین ہیں جو مرسل احادیث نقل کرتے ہیں کتب احادیث میں خاص طور پر صحاح ستہ میں احادیث مراسیل پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ احادیث ضعیفہ کی قسم ہیں۔ تاہم روز اول سے محدثین نے اپنی کتابوں میں ان کو نقل کیا ہے۔ اور آج بھی یہی حال ہے جو لوگ امام ابوحنیفہؒ پر قیاس ورائے کا الزام لگاتے ہیں وہ خوفِ آخرت سے بے نیاز ہو کر امام صاحب پر تہمت والزام لگاتے ہیں۔ وہ اپنی آخرت سیاہ کر رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی

امام ابوحنیفہؒ کو علم فقہ و اجتہاد اور قرآن وحدیث سے مسائل کے استخراج میں جو غیر معمولی حافظہ، طبعی ذکاوت، فطری ذہانت حاصل تھی وہ ایک خصوصی عطاو بخشش تھی جو خدائے علیم وحکیم نے عطا کی تھی۔ بہت کم انسانوں کو یہ نصیب ہوا ہے۔

زمانے کے ہم عصر علماء کے علاوہ مخالفین و حاسدین بھی ان کی اس غیر معمولی ذکاوت وذہانت کے معترف تھے۔ حاضر جوابی جو اللہ کی علمی نعمتوں میں عظیم نعمت شمار کی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کو اس کا بھرپور حصہ ملا تھا۔

حاضر جوابی:

امام ابوحنیفہؒ کے ایک ہم عصر محدث امام اعمشؒ جن کا پورا نام سلیمان بن مہران تھا جن کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ''سید المحدثین'' کے لقب سے ممتاز تھے ان کی روایت کردہ احادیث کو عام طور پر ''مصحف'' کہا جاتا تھا (قرآن جیسا مجموعہ) چار ہزار احادیث زبانی بیان کرتے تھے۔

امام اعمشؒ سے ایک دفعہ خطا سرزد ہوگئی۔ ان کی بیوی جو حسین جمیل خاتون تھی اس کو اپنے حسن و جمال پر ناز بھی تھا اس کے برعکس امام اعمشؒ معمولی شکل وصورت کے آدمی تھے ایک عیب یہ بھی تھا کہ آنکھوں میں چندھیاں پن تھا، بیوی ان کو خاطر میں نہ لاتی اکثر جھگڑا کیا کرتی ایک دفعہ ایسا ہی ہوا امام اعمشؒ تھک تھکا کر گھر آئے۔ بیوی نے جھگڑا شروع کر دیا اور اصرار کیا کہ تم مجھ کو طلاق دیدو ورنہ آج سے بات چیت بند، امام اعمشؒ نے اس کو بہت سمجھایا منایا مگر اس کی ضد اور بڑھ گئی اور شدت اختیار کر گئی بالآخر بیوی نے بات چیت بند کر لی۔ امام اعمشؒ نے پھر بھی فہمائش کی لیکن وہ راضی نہیں ہوئی۔ بالآخر غصے میں آکر امام اعمشؒ نے قسم کھالی کہ اگر آج کی رات تک تو نے بات نہ کی تو تجھ پر طلاق بائن (ایسی طلاق جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے) غصے وجذبات میں امام اعمشؒ کی زبان سے یہ الفاظ نکل تو گئے لیکن بہت جلد گھریلو حالات بچوں کی نگہداشت امورِ خانہ داری اور دیگر مسائل سامنے آگئے اور اپنے فیصلہ پر نادم ہوگئے نجات کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ رات ختم ہوتے ہی بیوی جدا ہو جائیگی پھر کوئی حل نہیں۔ راتوں رات امام ابوحنیفہؒ کے گھر گئے اور صورت حال بیان کی اور التجا کی کہ آپ ہی اس کا حل نکال سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے تسلی دی۔ مشکل یہ تھی کہ ایسے الفاظ استعمال کرنے پر شوہر کو طلاق واپس لینے کا اختیار نہیں رہتا وقت گزرتے ہی (یعنی رات ختم ہوتے ہی) طلاق واقع ہو جاتی ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام اعمشؒ سے برجستہ کہا فکر کی بات نہیں خاطر جمع رکھئے میں ابھی مسجد کے مؤذن کو پابند کر دونگا کہ وہ آج فجر کی اذان رات ختم ہونے سے پہلے پہلے

دیدے تاکہ پوری اذان رات ہی کے اندر ہو جائے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ کام کروادیا ابھی صبح صادق طلوع نہ ہوا تھا کہ موذن نے اذان دیدی ادھر امام اعمشؒ کی بیوی جو پہلے ہی سے اپنا انتظام کر بیٹھی تھی کہ اذان کا انتظار کر رہی تھی اذان کی آواز سنی تو اچھل پڑی اور جوشِ مسرت میں بول پڑی۔

''اللہ کا شکر ہے آج اس بداخلاق بوڑھے سے نجات ملی۔ پھر شوہر کو جو بھی کہنا تھا کہہ دیا''

امام اعمشؒ نے کہا کیسی نجات کیسی خوشی؟ ابھی رات باقی ہے موذن نے رات ختم ہونے سے پہلے اذن دیدی ہے اور تو نے رات ختم ہونے سے پہلے ہی مجھ سے بات کرلی لہٰذا میری طلاق باطل ہوگئی اور تو حسب سابق میری بیوی رہی۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ فیصلہ بروقت برجستہ تھا اور قیامت تک ان شوہروں کو جو اس قسم کی مصیبت سے دوچار ہو جاتے ہیں نجات پانے کا ایک حل ہاتھ آ گیا اور ان عورتوں کو جو ذرا ذرا سی بات پر شوہروں کو الٹا لٹکا دیتی ہیں زبانوں پر تالا لگا دیا۔

حاضر جوابی:

ایک رومی اسکالر بغداد میں خلیفہ کے دربار میں آیا اور اپنے علم و ہنر دانائی و ہمہ دانی کے دعوے کئے اور اس نے بڑے فخر و شان سے کہا کہ میرے پاس تین ایسے سوال ہیں جن کا آپ کی سلطنت کے سارے علماء ملکر بھی جواب نہیں دے سکتے۔ خلیفہ اس کے دعویٰ سے حیران تھا اعلان کروایا جو علماء جواب دسکتے ہیں وہ فلاں تاریخ کو دربار میں آجائیں۔

علماء فقہا جمع ہوئے امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف لائے۔ رومی نے اسکالر نے منبر پر چڑھ کر علماء اسلام کو اپنے تین سوالات سنائے۔

۱۔ یہ بتاؤ کہ اللہ سے پہلے کائنات میں کون تھا؟

۲۔ یہ بتاؤ کہ اللہ کا رخ کدھر ہے؟

۳۔ یہ بتاؤ کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے؟

چونکہ سوالات نئے قسم کے تھے تھوڑی دیر مجمع پر سکوت رہا پھر اچانک امام ابوحنیفہؒ آگے بڑھے اور اسکالر سے کہا چونکہ آپ نے منبر پر بیٹھ کر سوالات کئے ہیں مجھ کو بھی منبر پر بیٹھ کر جوابات دینے چاہیے لہٰذا نیچے اتر آؤ۔ امام صاحب منبر پر بیٹھ گئے۔ اسکالر سے کہا سوال دھراؤ۔

اسکالر نے کہا پہلا سوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کائنات میں کون تھا؟

امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا گنتی شمار کرو اسکالر نے ایک سے دس تک گنتی شمار کی امام صاحب نے کہا دس سے پیچھے کی طرف الٹی گنتی شمار کرو اسکالر نے ۱۰۔۹۔۸۔۷۔۶۔۵۔۴۔۳۔۲۔۱۔ شمار کیا۔ امام صاحب نے فرمایا ایک سے پہلے گنو؟ اسکالر نے کہا ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں ہوتا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا اللہ بھی ایک ہے اور اس سے پہلے کوئی نہیں۔ یہ تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے اسکالر نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ کا رخ کدھر ہے؟

امام صاحب نے ایک شمع روشن کی پھر اسکالر سے اسکا رخ دریافت کیا کہ اس کا رخ کدھر ہے؟

اسکالر نے کہا شمع کا رخ ہر چار سو ہے؟ امام صاحب نے کہا یہی حال

اللہ کا ہے اس کا رخ ہر طرف ہے؟

تیسرے سوال کے جواب میں کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا اس وقت اللہ نے تجھے منبر سے نیچے اتار دیا ہے اور مجھ کو منبر پر بیٹھنے کی عزت دی اور تیرے سوالات کے جوابات القاء کئے۔

بات آناً فاناً ختم ہوگئی رومی اسکالر نے راہ فرار ہی میں اپنی عافیت سمجھی مناظرہ ختم ہوگیا۔

الصوفق ج:۱، ص:۱۷۸، عقود الجمان ص:۲۸۴)

ایک تیسرا مناظرہ

شہر کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا۔ کبھی انہیں کافر کہتا تھا کبھی یہودی کہہ کر گالی دیتا۔ امام ابوحنیفہؒ کو جب اس کا علم ہوا تو بے چین ہوگئے ایک دن اس رافضی کے گھر گئے۔ رافضی بیحد خوش ہوا کہ اتنا بڑا امام بغیر کسی دعوت کے غریب خانہ آ گیا۔ امام صاحب نے نہایت محبت و خیر خواہی کے انداز میں اس رافضی سے کہا کہ میں تمہاری لخت جگر لڑکی کے لیے ایک بہترین رشتہ لایا ہوں لڑکا نہایت دیندار، با اخلاق، حسب ونسب کے لحاظ سے ممتاز، شکل وصورت میں حسین جمیل، مال ودولت کے لحاظ سے بھی خوشحال، تم اس کو اپنی بیٹی کے لیے قبول کرلو۔ رافضی خوشی میں اچھل گیا کہنے لگا یہ رشتہ تو میری لڑکی کے علاوہ سارے خاندان کے لیے بھی عزت وشرافت ہے۔ آپ ہی اپنی سرپرستی میں میری لڑکی کا نکاح پڑھا دیں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں اس کو قبول کرتا ہوں البتہ لڑکے میں ایک عیب ہے کہ وہ مذہباً یہودی ہے رافضی کا رنگ اچانک بدل گیا

جھلا کر بولا کیا میں اپنی لڑکی کا نکاح یہودی سے کردوں؟

امام ابوحنیفہؒ نے برجستہ فرمایا کیا حرج ہے؟ آپ اپنی ایک لخت جگر کو یہودی کے نکاح میں دینے کے لیے تیار نہیں لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے دو صاحبزادیوں کو یکے بعد دیگر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیدیا تھا (جب کہ رافضیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عثمانؓ یہودی تھے)

یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری لڑکی کے انتقال پر فرمایا عثمانؓ ایسا شخص ہے اگر میرے ہاں تیسری لڑکی ہوتی تو اسکا نکاح بھی عثمانؓ سے کردیتا۔ اللہ اکبر، اس جواب سے رافضی کی عقل وفکر پر ایک زبردست چوٹ لگی کہ اپنے شیعہ عقیدہ پر شرمندہ ہوا اور خلوص دل سے توبہ کی، کلمہ اسلام پڑھ کر اسلام میں دوبارہ داخل ہوا۔ لا الہ الا اللہ

(عقود الجمان ص ۲۷۳)

امام ابوحنیفہؒ نے کسی سے بھی بحث ومناظرہ میں امت کے اہل تحقیق کو ایک زرّیں ومضبوط اصول دیا ہے کہ فریق مخالف اسکو برداشت نہیں کرسکتا پھر اس کو راہ فرار اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ملتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی سے مناظرہ کرنے کا اتفاق ہوجائے تو الٹا اسی سے پوچھنا شروع کردو تم ہی غالب آجاؤ گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اس اصول کو زندگی بھر آزمایا ہر دفعہ غلبہ و کامیابی نصیب رہی۔ راقم الحروف کہتا ہے ہم نے بھی اس کو اپنایا الحمد للہ کامیابی ملی۔ فللہ الحمد والمنہ

اخلاق وعادات

بڑوں کے اخلاق بھی بڑے ہوتے ہیں فیاض ازلی نے ہر وجود کو ایسے ہی پیدا نہیں کیا۔ آسمان بنایا تو اس کو رفعت و بلندی دی، زمین کو بنایا تو اس کو نرمی و سختی دو متضاد صفات سے ایک جان کیا، سخت اتنی کہ بڑے بڑے فلک بوس پہاڑوں کو اپنی پشت پر لے لیا نرم ایسی کہ ایک بے طاقت چونٹی نے زمین کے اندر اپنا گھر بنالیا۔ "فسبحان من خلق السموات والارض و من فیھا. امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق واوصاف کے بارے میں خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق وعادات سننا چاہتا ہوں۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا جہاں تک میں جانتا ہوں امام صاحب نہایت با اخلاق و با کردار شخص تھے۔ ہر قسم کی مکروہات سے اجتناب کیا کرتے، اکثر حالت خاموشی کی رہا کرتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہری فکر میں کھوئے ہوئے ہیں۔ جب کوئی بات کرتا جواب دیتے، پھر خاموش ہو جاتے نہایت سخی فیاض قسم کے انسان تھے کسی کے آگے اپنی حاجت نہیں لے جاتے۔

مالداروں سے ملنا پسند نہ کرتے اور خود مال وجاہ کو پسند نہ کرتے، خلیفہ منصور عباسی نے بارہا عدالت عالیہ کی صدارت پیش کی ہر بار معذرت کر دیتے

ایک دفعہ خلیفہ کے اصرار پر کہہ دیا تھا کہ میں اس عہدہ کا اہل نہیں ہوں۔

خلیفہ نے غصہ کی حالت میں کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے نہایت متانت وسنجیدگی سے فرمایا: پھر تو آپ ہی نے خود فیصلہ کر دیا جھوٹا قاضی نہیں ہوسکتا۔

امام صاحبؒ ہر کسی کی بھی غیبت سے احتراز کیا کرتے تھے جب بھی کسی کے ذکر کی نوبت آتی بھلائی اور نیکی سے اسکا ذکر کرتے۔ بہت بڑے عالم تھے مال کی طرح علم کے صرف کرنے میں بڑے فیاض تھے۔ مزاج میں تکلف نہ تھا، رفتار وگفتار میں تواضع ہی تواضع تھی۔

ہارون رشید نے یہ تفصیل سن کر کہا صالحین کے یہی اخلاق ہوا کرتے ہیں۔

عام نگاہوں میں یہ اخلاق کچھ زیادہ سے اہمیت نہیں رکھتے لیکن روحانی اقدار کے قدر شناس خوب جانتے ہیں کہ زندگی ظاہر میں جس قدر سادہ اور آسان ہے دراصل اُسی قدر مشکل وقابل قدر بھی ہے۔ ہم اسی زندگی کو انسان کی معراج جانتے ہیں۔ یہ دراصل نبیوں کی زندگی ہے جو ظاہر بینی میں تو کوئی شان آن نہیں رکھتی لیکن حقیقت میں انسان وحیوان کے فلسفہ میں سو فیصد امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: "البزاذة من الایمان، البزاذة من الایمان (الحدیث) (سادگی اور تواضع ایمان ہے، سادگی اور تواضع ایمان ہے) اسی حقیقت کا اظہار ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کامل الایمان صادق الاسلام انسان تھے یہی عادات واطوار ان کی حقیقی کرامات بھی ہیں امام صاحب کے اخلاق میں ضبط وتحمل نمایاں وصف تھا مورخین نے سینکڑوں واقعات نقل کئے ہیں۔

صبر وتحمل

ایک دفعہ درس دے رہے تھے ایک اجنبی آدمی نے مسئلہ پوچھا امام صاحب نے جواب دیا اس نے کہا مگر حسن بصریؒ نے اس کے خلاف کہا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا حسن بصریؒ سے غلطی ہوئی۔

مجلس میں ایک شخص جو حسن بصریؒ کا معتقد تھا طیش میں آ گیا جھلا کر کہا (اوابن الفاحشہ) حرام زادے حسن بصریؒ کو خطا کار کہتا ہے اس گستاخی پر مجلس میں انتشار پیدا ہو گیا لوگ مارنے پیٹنے کے لیے تیار ہو گئے امام صاحب نے سب کو خاموش کیا پھر اس شخص سے نہایت نرمی سے کہا ہاں حسن بصریؒ سے غلطی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس بارے میں جو روایت کی ہے وہ صحیح ہے۔

ایسے ہی ایک اور مجلس میں امام صاحب ایک شخص کو جواب دے رہے تھے لیکن وہ ہر جواب پر گستاخانہ اعتراض کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے امام صاحب کو زندیق (بددین) کہہ دیا۔ امام صاحب نے تحمل سے کہا اللہ تیری مغفرت کرے وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت جو تم نے کہا صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ مشہور و معروف ہے کہ امام صاحب کی درسگاہ

میں ایک دفعہ بے پناہ ہجوم تھا ہر ذہن وفکر کے انسان جمع تھے ایک شخص نے امام صاحب کے بارے میں نامناسب الفاظ کہے شاگردوں نے روکنا چاہا امام صاحب نے سب کو خاموش کر دیا اور اپنا درس جاری رکھا وہ بے ادب گستاخ برابر کلام کرتا رہا امام صاحبؒ نے اسکی جانب رخ بھی نہیں کیا درس ختم ہونے کے بعد اٹھے اور اپنے گھر چلنے لگے وہ بے ادب بھی آپ کے ساتھ ہو گیا اور اپنی بکواس جاری رکھی، امام صاحب جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا عزیزم یہ میرا گھر ہے کچھ باقی رہ گیا ہو تو کہہ لو میں اب اندر جانا چاہتا ہوں۔

(عقود الجمان ص ۲۹۱)

خود امام صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر لعنت نہیں کی اور نہ کسی سے انتقام لیا ہے، کسی مسلمان یا کافر کو ایذا نہیں دی نہ کسی سے بدعہدی یا وعدہ خلافی کی ہے ہمیشہ تحمل وضبط سے کام لیا ہے۔ امام اوزاعیؒ ملک شام کے محدث وفقیہہ علم فقہ میں اپنا مستقل مسلک رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات ہوگئی۔ امام صاحبؒ سے فرمایا عراق والوں پر تعجب ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔ حالانکہ میں نے امام زہریؒ سے انہوں نے سالم بن عبداللہؒ سے انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم ان دو موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس روایت کے مقابلہ میں فرمایا کہ امام حمادؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام علقمہؒ اور امام اسودؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موقعوں پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعیؒ نے کہا سبحان اللہ میں تو امام زہریؒ، سالمؒ دو راویوں، کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ اس کے مقابلے میں حمادؒ، نخعیؒ، علقمہؒ، اسودؒ چار واسطوں سے روایت بیان کرتے ہیں۔

امام اوزاعیؒ کا مطلب یہ تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف دو واسطوں سے حدیث نقل کی ہے اور آپ اپنی حدیث چار واسطوں سے نقل کر رہے ہیں لہٰذا ترجیح میری نقل کردہ حدیث کو ہونی چاہیے؟ کیونکہ اس میں واسطے کم ہیں۔

امام صاحب نے جواب دیا: راویوں کے کم یا زیادہ ہونے سے حدیث پر کچھ اثر نہیں پڑتا البتہ راویوں کی عدالت وصداقت کا حدیث کی فضیلت پر اثر پڑتا ہے۔

میری روایت کردہ حدیث کے راوی سب کے سب علم فقہ میں افضل واعلیٰ ہیں پھر اس کی تفصیل بیان کی کہ امام حمادؒ امام زہریؒ سے زیادہ فقیہہ ہیں اسی طرح امام ابراہیم نخعیؒ امام سالمؒ سے افضل ہیں اور امام علقمہؒ کا حضرت ابن عمرؓ سے علم فقہ میں کم درجہ نہیں اگر حضرت ابن عمرؓ کو صحبتِ رسولؐ حاصل نہ ہوئی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ امام علقمہؒ حضرت ابن عمرؓ سے افضل ہیں اور امام اسودؒ کے فضائل وبرکات کثیر در کثیر ہیں اور وہ سب کو معلوم ہیں۔

علاوہ ازیں امام اوزاعی کی روایت کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں غزوہ احد (۳ھ) میں کم عمری کے باعث شریک ہونے سے روک دیئے گئے تھے۔

بخلاف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کہ وہ کبار صحابہؓ میں شریک ہیں۔ سابقین اولین میں شمار کئے جاتے ہیں نماز میں صف اول کے مصلی ہوا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آپؐ کے حکم سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بکثرت فضائل و مناقب کتب حدیث میں موجود ہیں، اصول حدیث کی لحاظ سے دونوں حدیثوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ (اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث، حدیث ہی کا درجہ رکھتی ہے مگر گفتگو ترجیح اور اولیت میں ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا)

امام رازیؒ نے اس بحث کو کتاب ''مناقب الشافعیؒ'' میں نقل کیا ہے۔ اور علامہ ابن الہمامؒ نے اس مناظرہ کو کتاب فتح القدیر میں ذکر کیا ہے۔ **فلیطالعه من شآء۔**

امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت و بیداری

علامہ ذہبیؒ نے کتاب ''عبر فی اخبار من غبر'' میں لکھا ہے ''کَانَ مِنْ اَذْکِیَاءِ بَنِیْ آدَمَ'' اولاد آدم میں جو لوگ نہایت ذکی گزرے ہیں ان میں امام ابوحنیفہؒ شمار کئے جاتے ہیں۔ مشکل سے مشکل مسئلوں میں ان کا ذہن اس تیزی سے دوڑتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور قسم کھا کر کہا جب تک تو مجھ سے بات نہ کرے گی میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا۔ عورت بھی تند مزاج تھی اس نے بھی قسم کھالی اور شوہر کے وہی الفاظ دہرائے جو شوہر نے کہے تھے کہ جب تک تم بات نہ کرو گے میں بھی بات نہ کرونگی۔

غصہ میں دونوں نے قسم کھائی کچھ دیر بعد ہوش آیا دونوں کو سخت افسوس ہوا۔ شوہر امام سفیان ثوریؒ کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ نجات کی صورت کیا ہے؟ سفیان ثوریؒ نے کہا اگر بات کی تو دونوں کو کفارہ دینا پڑیگا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ شخص مایوس ہو کر اٹھا اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور کہا برائے کرم آپ کوئی تدبیر بتائیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا دونوں بات کرلو

کسی پر کفارہ نہیں ہے۔

امام سفیان ثوریؒ کو جب معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں جا کر فرمایا آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتایا کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے اس شخص کو طلب کیا اور فرمایا تم اپنا وہ واقعہ بیان کرو اس نے دہرادیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام سفیان ثوریؒ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا میں نے جو پہلے جواب دیا تھا اب بھی وہی کہتا ہوں۔ امام سفیان ثوریؒ نے کہا کیوں؟ فرمایا جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے شوہر کے الفاظ کہے کہ میں بھی تم سے بات نہ کروں گی تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہوچکی پھر قسم کہاں باقی رہی جو ٹوٹے، امام سفیان ثوریؒ نے کہا حقیقت میں آپ کو جو بات بروقت یاد آجاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں خیال بھی نہیں جاتا۔

ایک ناکام سازش

خلیفہ منصور عباس کا ایک درباری ابوالعباس امام ابوحنیفہؒ کا مخالف تھا ہر وقت امام صاحب کو زک دینے کی کوشش کرتا ایک مرتبہ امام صاحب دربار میں موجود تھے ابوالعباسؒ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ امام صاحب کی طرف مخاطب ہوکر کہا ابوحنیفہؒ امیر المومنین کبھی کبھی ہم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ فُلاں فُلاں کی گردن اڑا دو۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ شخص واقعی مجرم ہے یا نہیں ایسی صورت میں ہم کو حکم کی تعمیل کرنی چاہیے یا انکار کرنا چاہیے؟ امام صاحب نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا ابوالعباس! تمہارے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہیں یا باطل؟ خلیفہ منصور کے سامنے کسی کی مجال تھی کہ احکام خلیفہ کی نسبت ناجائز ہونے کا احتمال ظاہر کرے ابوالعباس کو مجبوراً کہنا پڑا نہیں نہیں حق اور درست ہوتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا پھر تو حق کی تعمیل کرنی چاہیے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

دربار سے باہر ہونے کے بعد ابوالعباس نے امام صاحب سے کہا ابوحنیفہؒ! آج تو تم نے ہلاک کر دیا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا میں نے اپنا دفاع کیا ہے ہلاک تم خود ہوئے تھے۔

ظریفانہ لطیفہ

امام صاحب کے محلّہ میں ایک دوا فروش رہا کرتا تھا۔ مذہباً وہ غالی شیعہ تھا۔ امام صاحب سے اس کو خواہ مخواہ بغض وعناد تھا اس کے پاس دو خچر تھے ایک کا نام اس نے ابوبکرؓ اور دوسرے کا نام عمرؓ رکھا تھا۔ حسن اتفاق سے ایک دن ایک خچر نے اس کو الٹی لات ماردی جس سے اس کا سر پھٹا اور وہ اسی وقت دم توڑ گیا۔ محلّہ میں اس کا چرچہ ہوا۔ امام صاحب نے جب یہ سنا تو فرمایا دیکھنا اسی خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمرؓ رکھا تھا۔ لوگوں نے تحقیق کی تو واقعہ ایسا ہی تھا۔

عجیب وغریب مناظرہ

قاضی ابن ابی لیلیٰ جو خلیفہ منصور عباسی کے دورِ حکومت میں عدالت عالیہ کے صدر قاضی تھے امام ابوحنیفہؒ کے ہم زمانہ اور ہم عمر تھے لیکن قاضی صاحب امام ابوحنیفہؒ سے کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتے تھے بعض اوقات امام ابوحنیفہؒ پر سخت اعتراض بھی کر دیا کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ اگرچہ جواب دیا کرتے تاہم نہایت متانت وسنجیدگی سے کلام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں تھے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی آ گئے۔

اُس زمانے میں یہ عام رواج تھا کہ اہل علم جب جمع ہو جاتے تو کوئی نہ کوئی بحث کا آغاز ہو جاتا اور یہ ملاقات علمی مجلس کی شکل اختیار کر لیتی چنانچہ دربار میں یہ مسئلہ آ گیا کہ اگر سوداگر اپنے مال کے متعلق خریدار سے یہ کہہ دے کہ جس سودے کو آپ خرید رہے ہیں اس کے عیب ونقص سے میں بری ہوں اس کے باوجود اگر آپ خریدنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ بیع واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیا ایسا معاملہ کرنا درست ہے؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا سوداگر کے اس اعلان کے بعد سوداگر بری الذمہ ہو جائے گا۔ سودا واپس لینے کا ذمہ دار نہیں۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے بھی اس مسئلہ سے اتفاق کیا البتہ ایک شرط یہ بیان کی کہ سوداگر کو فروخت کرتے وقت مال کے اُس عیب پر ہاتھ رکھ کر یہ بیان کرنا ضروری ہے ورنہ ویسے زبانی طور پر لفظی برأت کافی نہیں۔ پھر اس پر طویل بحث کی اور اپنے اصرار کو مضبوط کیا کہ اپنے مال کے عیب کو واضح طور پر ظاہر کرنا چاہیے اور اس کی صورت یہی ہے کہ عیب پر ہاتھ رکھ کر بتایا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کو دلائل سے مضبوط کیا۔ لیکن قاضی ابن ابی لیلیٰ اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے نہایت تحمل وضبط سے سوال کیا۔

ابن ابی لیلیٰ آپ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ کسی شریف عورت کا ایک غلام ہے جس کو وہ فروخت کرنا چاہتی ہے لیکن غلام میں یہ عیب ہے کہ اس کی ناف کے نیچے کے حصہ پر برص کا مرض ہے تو کیا آپ اس شریف عورت کو حکم دیں گے کہ اُس عیب پر ہاتھ رکھ کر خریدار کو مطلع کرے؟

قاضی ابن ابی لیلیٰ چند سیکنڈ سکتہ میں آ گئے پھر اپنی عزت ووقار کو دربار میں بچانے کے لیے ہاں کہہ دیا۔

اس پر دربار کے سارے حاضرین کی نگاہیں نیچی ہوگئی اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کا جواب سب کو ناگوار گزرا۔

مزید یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ منصور العباسی بھی قاضی صاحب پر سخت برہم ہوا۔

الموفق، ج: ۱، ص ۱۶۷)

امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

مِنْ مَنَاقِبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَؒ اِنَّهٗ اِنْفَرَدَ بِهَا اِنَّهٗ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَ الشَّرِیْعَةَ وَ رَتَّبَهٗ اَبْوَاباً.

(تلبیض الصحیفہ ص ۳۶)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کی امتیازی خصوصیات میں سے جن میں وہ یگانہ ہیں۔ ایک شان یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کی ترتیب وتدوین میں سب سے پہلے قلم اٹھایا۔

انکے بعد جو دوسرے امام نے اس کی نقل کی ہے وہ امام مالک ہیں جنہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''مؤطا امام مالک'' ترتیب دی۔ قاضی ابوالعباس نے اپنی کتاب ''اخبار ابی حنیفہ'' میں متصل سند سے عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ امام مالک، امام اعظمؒ کی کتاب سے استفادہ کرتے تھے۔

قال کان مالک ینظر فی کتب ابی حنیفةؒ و ینتفع بها

(مناقب ذہبیؒ: ص ۱۱)

ترجمہ: امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے مستفید ہوا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف کے ابتدائی دور میں علوم وفنون کی حفاظت کا یہی طریقہ تھا کہ مشائخ واساتذہ کا زبانی تعلیم وتدریس کا طریقہ تھا، استاذ احادیث کو زبانی طور پر بیان کرتے اور شاگرد حضرات ان کو اپنے حفظ ویادداشت میں محفوظ کر لیتے یہی طریقہ عام طور پر رائج تھا۔ اگرچہ بعض شاگردان احادیث کو تحریر بھی کرلیا کرتے تھے پھر آگے یہ ہی طریقہ رائج ہوگیا۔ اس طرح مشائخ و اساتذہ کے صحیفے وجود میں آئے۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ابتدائی دور میں طریقہ تعلیم وتعلم عام طور پر زبانی ہوا کرتا تھا جس کو شاگرد اپنے استاذ کی زبانی سنا کرتا پھر اسی سماعت شدہ مجموعہ کو اپنے استاذ کا صحیفہ قرار دیتا اور وہ صحیفہ استاذ کے نام ہی پر مشہور ہوجاتا جیسا کہ علامہ ابن دقیق العیدؒ کے افادات ''احکام الاحکام'' جس کو ان کے قابل شاگردوں میں قاضی اسماعیل نے مرتب کیا پھر وہ ''ابن دقیق العیدؒ'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اپنے مشہور زمانہ شاگردوں قاضی ابویوسفؒ، محمد بن الحسن شیبانیؒ، زُفر بن ہذیلؒ، حسن بن زیادؒ کے سامنے دوران درس جو احادیث بیان کیں ہیں انہیں ان حضرات نے حدَّثنا، اَخبرنا وغیرہ (جو نقل حدیث کے الفاظ ہیں) کہہ کر احادیث جمع کی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے ان درسی افادات کا نام ''کتاب الآثار'' ہے جو دوسری صدی ہجری کے ابتدائی زمانے میں مرتب ہوئی۔

''کتاب الآثار'' سے پہلے احادیث نبوی کے جتنے بھی مجموعے اور صحیفے تھے ان کی ترتیب کتابی شکل میں نہ تھی بلکہ احادیث نبوی کو سلسلہ وار جمع کردیا گیا تھا یا پھر فرداً فرداً اصحاب رسولؐ کی احادیث جمع کردی گئی تھیں۔

''کتاب الآثار'' اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لیے ترتیب وتبویب کے راہ نما اصول فراہم کئے۔

''کتاب الآثار''

حدیث کی دیگر کتابوں کی طرح ''کتاب الآثار'' کے راویوں کی تعداد بھی بیشمار ہے اور انہی حضرات کی روایت سے ''کتاب الآثار'' وجود میں آئی، علامہ شبلیؒ نے ''کتاب الآثار'' کے کئی ایک نسخوں کی نشان دہی کی ہے جو امام علیہ ابوحنیفہؒ سے روایت کی گئیں ہیں۔ ان کی تعداد (۱۳) بیان کی ہیں لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہوئی۔

(سیرۃ النعمان ص ٦٧)

(۱) کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ
(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسفؒ
(۳) کتاب الآثار بروایت امام زُفرؒ
(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

پھر ان چار نسخوں میں امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت اور قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

"والموجود من حدیث ابی حنیفہؒ مفرداً انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنه"

(تعجیل المنفعه برجال الائمة الاربعه ص:۴)

(ابن حجر عسقلانیؒ مطبوعه حیدر آباد دکن)

''ترجمہ: اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں ''کتاب الآثار'' موجود ہے جسے امام محمد بن الحسنؒ نے روایت کیا ہے۔

مشہور محقق شیخ ابوزہرہ مصریؒ نے کتاب الآثار کے بارے میں یہ حقیقت ظاہر کی ہے۔

یہ کتاب علمی طور پر تین وجوہ سے ممتاز ونادر الوجود ہے اول یہ کہ یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کا مجموعہ ہے۔ دوم یہ کہ فتاوی صحابہؓ اور احادیث مرسلہ کا کیا مقام ہے اس کو امام ابوحنیفہؒ نے واضح کیا ہے۔ سوم کوفہ وبصریٰ کے تابعین فقہاء کے فتاویٰ اور اقوال تک ہماری رسائی ہوجاتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا کارنامہ ہے جنہوں نے تابعین کے واسطوں سے احادیث رسول ﷺ ہم تک پہنچائیں جو احادیث کی اعلیٰ قسم شمار ہوا کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ صحابہ کرام اور کبار تابعین کا زمانہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار مرتب کروائی۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

''ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفا و سبعین الف حدیث.

وانتخب الآثار من الاربعین الف حدیث.

(عقود الجواہر: ج ۱، ص: ۲۳، مناقب علی قاری، ج: ۲ ص: ۴۷۴)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں (۷۰) ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں۔ اور چالیس ہزار احادیث سے ''کتاب الآثار'' منتخب کی ہے۔ جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے: **من لم ینظر فی کتب ابی حنیفہؒ لم یتبحر فی الفقه** (المناقب)

یہ کہ جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہا اس کو علم میں مہارت حاصل نہ ہوئی۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارون نے ایک شخص کے استفسار پر فرمایا:

"مَارَأَیْتُ اَحَداً مِنَ الْفُقَهَاءِ یَکْرَهُ النَّظْرَ فِیْ قَوْلِهٖ"

(تاریخ بغداد، ج:۳،ص ۳۴۲)

ترجمہ: میں نے کسی بھی فقیہ کو امام ابوحنیفہؒ سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

(شرح المعانی الآثار الطحاوی)

امام طحاویؒ جو بہت بڑے محدث ہیں جن کی کتاب صحاح ستہ کی کتابوں کی طرح معروف ہے۔

مسلکاً شافعی تھے کثیر غور وفکر کے بعد مسلک احناف اختیار کرلیا۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میرے ماموں امام مزنیؒ جو امام شافعیؒ کے بڑے شاگردوں میں شامل ہیں امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ میں نے بھی یہی مسلک اختیار کرلیا۔

(وفیات الاعیان)

امام طحاویؒ کی یہ عظیم الشان کتاب شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کتب حدیث میں مشہور ومعروف ہے فقہ حنفی کی ساری احادیث صحیحہ اس کتاب میں موجود ہیں، محدثین میں امام طحاویؒ وہ واحد محدث ہیں جنہوں نے علم فقہ (مسائل شرعیہ کے اثبات) میں حدیث کے ساتھ دلیل عقلی کو بھی بیان کیا ہے۔

اسی طرح فقہ حنفی کو دلیل نقلی (حدیث وقرآن) کے ساتھ دلیل عقلی (اجتہاد) سے مضبوط کیا گیا۔

امام طحاویؒ کی یہ کتاب ہر کتب خانے میں پائی جاتی ہے۔ وللہ الحمد

جامع المسانید:

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں حاسدوں ومخالفوں نے یہ مشہور کردیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں دراصل یہ قول فرقۂ معتزلہ کا ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے دور کا بہت بڑا فتنہ تھا جس کی بیخ کنی کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے کارنامے آج بھی مشعل راہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف مخصوص کتابوں کے نام سے نہیں جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں لکھا ہے۔ اس دور میں کتابوں کی صورت وشکل آج کی طرح نہیں ہوا کرتی تھی۔ اوراق وصحیفے ہوا کرتے تھے جس میں استاذ کی تقریر کو محفوظ کرلیا جاتا تھا بلکہ زیادہ حصہ اپنی ذہنی قوتِ یادداشت میں محفوظ کرلیا جاتا۔ یہ اس وقت کا ایسا نادر کارنامہ ہے جو دیگر آسمانی وغیر آسمانی مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ قرآن حکیم بھی تو ایسے ہی جمع کیا گیا اس کا بڑا حصہ زبانوں اور دلوں میں محفوظ کیا گیا پھر اس کو من وعن دوسروں تک پہنچادیا گیا اس طرح سے کہ اس کا زیر، زبر، نقطہ بھی تبدیل نہ ہوسکا۔

عہد نبوت میں قرآن حکیم کے کئی ایک قاری تھے جنہیں پورا قرآن ازبر تھا۔ اگرچہ عہد نبوت میں قرآن لکھا گیا لیکن وہ موجودہ کتابی شکل نہ تھی بلکہ خاص درختوں کے پتوں، پتھر یا لوہے کی پلیٹوں، یا باریک ونفیس چمڑوں کی چادروں پر لکھا جاتا تھا۔ یہی عہدِ نبوت کی کتاب ''قرآن حکیم'' تھی پھر خلفاء اربعہؓ کے دور میں موجودہ کتابی شکل دی گئی۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ عہد نبوت میں کتاب (قرآن حکیم) نہ تھی تو یہ بات مریض عقل یا دیوانے کی

بڑ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہی حال احادیث رسولؐ کا تھا، آج کے موجودہ دور میں ماضی بعید کی یہ طفلانہ صدا، صدائے بازگشت کے طور پر لکھی و بولی جارہی ہے اللہ انہیں ہدایت دے گمراہی میں چلے جارہے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مجلسِ علمی میں چالیس ہزار احادیث کی روشنی میں فقہ اسلامی مرتب کی جو آج تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود عالم اسلام کے قانونِ عدالت کا مآخذ ہے۔

قانونِ اسلامی مرتب ہوا امام ابوحنیفہؒ کی چالیس رکنی مجلس جس کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں آپ نے پڑھ لیا ہے قرآن وحدیث کے مجموعہ سے اس کو مدون کیا گیا قانون اسلامی کا یہ دفتر جن آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مرتب ہوا ان کو امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے جمع کیا اسی مجموعہ کو ''مسند'' کہا جاتا ہے ہر شاگرد کا جمع کردہ ''مسند'' اس کے نام سے معروف ہے ایسی مسانید کی تعداد پندرہ ہے جن کو ''جامع المسانید'' کہا جاتا ہے جو احادیث صحیحہ کا مضبوط قلعہ ہیں۔

ان احادیث میں امام ابوحنیفہؒ اور صحابی رسول ﷺ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں جو احادیث نبوی کی اعلیٰ قسم تسلیم کی جاتی ہے۔

گزشتہ اوراق میں آپ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کی تفصیل پڑھ چکے ہیں۔ یہ حضرات علمِ حدیث کے اولین ارکان شمار کئے جاتے ہیں اور جن کے شاگردوں کے شاگرد امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، بلکہ صحاح ستہ کے تمام مؤلفین کے استاد وشیوخ ہیں۔ کتاب بخاری کو جو دیگر کتابوں پر فضیلت دی گئی اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں (۲۲) عدد ''احادیث ثلاثیات'' ہیں جن میں امام بخاریؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان

صرف تین واسطے ہوا کرتے ہیں۔

(۱) تبع تابعینؒ (۲) تابعینؒ (۳) صحابیؓ، ایسی احادیث اصح الاحادیث کہلائی جاتی ہیں۔

بائیس (۲۲) ثلاثیات، میں بیس (۲۰) ثلاثیات — امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی ہیں۔ اس لحاظ سے امام بخاریؒ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد قرار پاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی ''جامع المسانید'' پندرہ مسندوں پر مشتمل ہے۔

جامع المسانید کی کئی ایک شروحات لکھی گئیں ان میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ المتوفی ۶۶۵ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی تمام مسانید کو ایک بڑی ضخیم کتاب ''جامع المسانید'' کے نام یکجا کیا یہ ملت اسلامی کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک سورج کی طرح آب وتاب کے ساتھ باقی رہے گا۔ فللہ الحمد

امام خوارزمیؒ خود لکھتے ہیں کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے امام ابوحنیفہؒ کی حدیثوں کی تعداد کے بارے میں ایسی قلیل مقدار کا ذکر سنا کہ جس سے امام ابوحنیفہؒ کی تحقیر ہوتی تھی۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ اس بدترین جھوٹ وتہمت پر میری دینی وایمانی غیرت دامن گیر ہوگئی۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ ملت کے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی تحریر کروائی حدیثوں کو جو پندرہ مسندوں میں جمع ہیں۔ یکجا کردوں۔

(محقق ابوزہرہ ص:۱۹۲)

ان پندرہ مسانید میں مسند امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ شامل ہیں اور ان

دونوں کتابوں کو علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند ہیں۔

امام علی بن جعدؒ الجوہری جو حدیث کے بہت بڑے امام اور امام بخاریؒ وامام ابوداؤدؒ کے استاد ہیں فرماتے ہیں۔

"اَبُوْ حَنِیْفَۃؒ اِذَا جَآءَ بِالْحَدِیْثِ جَآءَ بِہٖ مِثْلُ الدُّرِّ"

(جامع المسانید، ج:۲، ص:۲۰۸)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

جامع المسانید کے پندرہ نسخوں کے نام ومرتبین کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

کتاب جامع المسانید:

(۱) اَلْمُسْنَدْ ابومحمد الحارثی البخاریؒ المتوفی ۳۴۰ھ

(۲) اَلْمُسْنَدْ الحافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفرؒ ۳۴۰ھ ط

(۳) اَلْمُسْنَدْ ابوالحسن محمد بن المظفرؒ المتوفی ۳۷۹ھ

(۴) اَلْمُسْنَدْ الامام الحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانیؒ ۴۰۳ھ

(۵) اَلْمُسْنَدْ الامام ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمدؒ

(۶) اَلْمُسْنَدْ الامام الحافظ صاحب الجرح والتعدیل ابواحمد بن عبداللہ الجرجانیؒ

(۷) اَلْمُسْنَدْ امام حسن بن زیاد اللولوی صاحب ابی حنیفہؒ ۲۰۴ھ

(۸) اَلْمُسْنَدْ القاضی ابوالحسن الاشنانیؒ

(۹) اَلْمُسْنَدْ ابوبکر احمد بن محمد الکلاعیؒ

(۱۰) اَلْمُسْنَدْ حافظ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخیؒ

(۱۱) اَلْمُسْنَدْ حماد بن ابی حنیفہؒ ۱۷۶ھ
(۱۲) اَلْمُسْنَدْ الامام محمد بن الحسن شیبانیؒ ۱۸۹ھ (یسمی نسخۃ محمد بن ابی حنیفہؒ)
(۱۳) اَلْمُسْنَدْ الامام ابو یوسفؒ یعقوب بن ابراہیم القاضی ۱۸۳ھ
(۱۴) اَلْمُسْنَدْ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ۱۸۹ھ
(۱۵) اَلْمُسْنَدْ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام

(جامع المسانید، ج ۱، ص: ۶۹، الباب الثانی) مطبوعہ فی الہند حیدر آباد

مذکورہ پندرہ مسانید، امام ابوحنیفہؒ کی خودنوشتہ کتابیں نہیں ہیں بلکہ امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ احادیث ہیں جن کو ان کے شاگردوں نے ضبط کیا اور اس کو مسند ابوحنیفہؒ کا نام دیا۔ گویا یہ سب حضرات امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کے نقل کرنے والے ہیں۔

ان پندرہ مسانید کے علاوہ امام طحاویؒ جو فقہاء متقدمین کے سربراہ اور علم حدیث کے امام اور مجتہدین کی صفِ اول میں شمار کئے جاتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کی روایات و آثار کو اپنی مشہور زمانہ کتاب ''طحاوی شریف'' معانی الآثار'' اور مشکل الآثار'' میں جمع کر دیا جو آج ہندو پاک کے علاوہ دنیا کی بڑی جامعات میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کتب کے علاوہ زُبیدیؒ نے اپنی کتاب ''عقود الجواہر'' میں وہ تمام احادیث جمع کر دیں ہیں جو مسلک امام ابوحنیفہؒ کے دلائل شمار کی جاتیں ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے کم وبیش چار ہزار محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ امام ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ محدث یحیٰ بن نصر نے بیان کیا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مکان میں داخل ہوا تو پورا گھر کتابوں سے بھرا پایا۔ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا یہ کونسی کتابیں ہیں؟ فرمایا احادیث

رسولؐ کا ذخیرہ ہے ان میں سے میں نے وہی حصہ لیا ہے جس کی مجھ کو فقہ میں ضرورت تھی باقی اپنی جگہ محفوظ ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکیؒ نے کتاب "الخیرات الحسان فی ذکر مشائخ الامام" میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ حدوشمار سے باہر ہیں جن میں بعض اصحابِ رسولؐ اور دیگر تابعین وتبع تابعین کی تعداد شامل ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

"مِنْ مَنَاقِبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَؒ اَنَّهٗ اِنْفَرَدَبِهَا اَنَّهٗ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَ الشَّرِیْعَةَ وَ رَتَّبَهٗ اَبْوَاباً.

(تبیض الصحیفه ص:۳۶)

امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات میں ایک بات ایسی بھی ہے جس میں وہ ممتاز ہیں انہوں نے فقہ اسلامی کی ترتیب وتدوین کا سب سے پہلے کام انجام دیا۔ پھر امام سیوطیؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ روئے زمین کی پہلی اسلامی کتاب "موطا" کی تدوین وترتیب میں امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی پیروی وتقلید کی ہے۔

قاضی ابوالعباسؒ نے کتاب "اخبار ابی حنیفہ" میں سند متصل کے ساتھ محمد بن عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔

(مناقب ذهبیؒ، ص:۱۱)

کتاب الآثار کا تعارف

امام ابوحنیفہؒ نے شہر کوفہ کی مشہور علمی درسگاہ میں تدوین فقہ کے ساتھ فقہ کے ابواب پر مشتمل احادیث کا ایک صحیح مجموعہ انتخاب فرما کر مرتب کیا پھر اسے اپنے مشہور زمانہ شاگردوں قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانی، امام زفر بن ہذیلؒ، اور امام حسن بن زیادؒ وغیرہم کے سامنے دوران درس بیان کیا انہیں آپ کے شاگردوں نے حدثنا، اخبرنا، کے الفاظ سے تحریر کرلیا۔ امام صاحب کے ان درسی افادات کا نام ''کتاب الآثار'' ہے جو دوسری صدی ہجری کے وسط کی تالیف ہے۔

پھر اس کتاب کے راویوں کی کثرت سے ''کتاب الآثار'' کے بہت سے نسخے ہوگئے۔ لیکن دوام وشہرت چار نسخوں کو حاصل رہی۔

(۱) کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن الشیبانیؒ

(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسفؒ

(۳) کتاب الآثار بروایت امام زُفرؒ

(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

پھر ان چار نسخوں میں سب سے زیادہ شہرت اور قبولیت امام محمد بن

حسن الشیبانیؒ کے روایت کردہ نسخے کو حاصل ہوئی جو امام ابوحنیفہؒ کی روایات کا مستند وصحیح احادیث کا ذخیرہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر کرتے ہیں۔

"وَالْمَوْجُوْدُ مِنْ حَدِيْثِ اَبُوْ حَنِيْفَه مُفْرِداً اِنَّمَا هُوَ كِتَابُ الآثَارُ الَّتِىْ رَوَاهَا مُحَمَّد بِنْ الحَسَنْ عَنْهُ."

(تعجیل المنفعه برجال ائمة الاربعه، ص:۴)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب الآثار کے راویوں کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں پہلی کتاب کا نام "الایثار بمعرفة رواة الآثار"

دوسری کتاب کا نام "تعجیل المنفعة بزوائد رجال الاربعة" یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ حافظ سخاوی نے بھی کتاب الآثار کے راویوں پر ایک مستقل کتاب کی نشاندہی کی ہے۔

(اعلان بالتوبیخ ص: ۱۱۷)

علامہ چلپیؒ نے "کشف الظنون" میں "کتاب الآثار" پر امام ابوجعفر طحاوی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے۔

مشہور محقق شیخ ابوزہرہ مصری نے کتاب الآثار کے بارے میں لکھا ہے۔

یہ کتاب (کتاب الآثار) علمی طور پر تین وجہ سے اہم ترین ہے (۱) پہلی بات تو یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کا یہ ذخیرہ ہے (۲) دوسری بات یہ کہ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام صاحب نے احادیث رسولؐ اور فتاویٰ صحابہؓ کا استعمال کس طرح کیا ہے۔ (۳) تیسری بات یہ کہ اس کتاب سے تابعین حضرات اور فقہائے کوفہ کے خصوصاً اور فقہاء عراق کے عموماً فتاویٰ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔

(ابوحنیفہ: مولف ابوزہرہ مصری)

امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ بعض صحابہ کرامؓ اور بڑے بڑے تابعین کا زمانہ تھا احادیث رسولؐ کی اتنی وسعت وتشہیر ابھی تک نہیں ہوئی تھی جیسا کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے زمانے میں ہوگئی۔ ایک ایک حدیث کے لیے سینکڑوں سلسلۂ سند ہو چکے تھے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے دور میں دو یا تین راویوں کے واسطے سے حدیث رسولؐ مل جایا کرتی تھی اس کے باوجود بھی امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے ''کتاب الآثار'' کا انتخاب کیا۔ چنانچہ امام ابوبکر زرنجریؒ فرماتے ہیں:

''انتخب ابو حنیفہؒ ''الآثار'' من اربعین الف حدیثا''

امام ابوحنیفہؒ نے ''کتاب الآثار'' کو چالیس ہزار احادیث رسولؐ سے منتخب کیا۔ (مناقب الموفق، ج:۲ص:۹۵)

محقق ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفاً و سبعین الف حدیثا و انتخب ''الآثار'' من اربعین الف حدیث.

(مناقب علی قاری ج:۲، ص:۴۷۴)

امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر (۷۰) ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے ''کتاب الآثار'' کا انتخاب کیا ہے۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ جن کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استادوں میں شمار کئے جاتے ہیں فرمایا کرتے تھے۔

رَوٰی آثَارَهُ فَأَجَابَ فِيهَا
كَطَيَرَانِ الصَّقُورِ مِنَ الْمَنِيقَه

فَلَمْ یَکُ فِیْ الْعِرَاقِ لَهٗ نَظِیْرٌ
وَلَا بِالْمَشْرِقِیْنَ وَلَا بِکُوْفَهٗ

(المناقب ص: ۱۹۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب ''الآثار'' کو روایت کیا تو اتنی تیزی سے چلے جیسے بلندی سے شکاری پرندہ حملہ کرتا ہے۔ نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی اور نہ کوفہ میں نہ مشرق ومغرب میں۔

امام شافعیؒ فرماتے تھے

مَنْ لَمْ یَنْظُرْ فِیْ کُتُبِ اَبِیْ حَنِیْفَه لَمْ یَتَبَحَّرْ فِیْ الْفِقْهِ

(مناقب ابی حنیفه)

جو کوئی امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہے گا اس کو علم میں مہارت حاصل نہ ہوگی۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا:

اُنْظُرُوْا فِیْهَا اِنْ کُنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَفَقَّهُوْا فَاِنِّیْ مَارَأَیْتُ اَحَداً مِنَ الْفُقَهَاءِ یَکْرَهُ النَّظَرَ فِیْ قَوْلِهٖ. (تاریخ بغداء ج:۳،ص:۳۴۲)

اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرو میں نے کسی بھی فقیہ عالم کو ان سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

محدث یحیٰی بن نصر کہتے ہیں میں امام ابوحنیفہؒ کے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کونسی کتابیں ہیں؟ فرمایا یہ سب احادیث شریفہ کا ذخیرہ ہے۔ میں نے ان میں سے صرف وہ احادیث لی ہیں جو فقہ کی تدوین کے لیے ضروری تھیں۔

(عقود الجواهر، ج:۱ ص:۲۳)

امام طحاویؒ کی فکری تبدیلی

محمد بن احمد الشرطیؒ نے امام طحاویؒ سے دریافت کیا (جو طبقۂ محدثین میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں) آپ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ (جو امام شافعیؒ کے ممتاز شاگرد تھے) کا مسلک چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کا مسلک کیوں اختیار کیا؟

امام طحاویؒ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ماموں امام مزنیؒ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں میں نے بھی ان کا مسلک اختیار کرلیا۔

(وفیات الاعلام)

ایک روایت میں یہ واقعہ اس عنوان سے نقل کیا گیا ہے۔

امام طحاویؒ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ جو شافعیؒ مسلک رکھتے تھے ایک دفعہ ان کی کسی تحقیق سے اختلاف کیا اور اس پر قائم بھی رہے۔ امام مزنیؒ کو یہ بات ناگوار گزری چونکہ امام طحاویؒ ان کے شاگرد اور بھانجے بھی ہوتے تھے۔ یہ تنبیہ فرمائی واللہ تم علم وفہم کی نعمت سے محروم رہو گے۔

امام طحاویؒ اس علمی تنبیہ سے متأثر نہ ہوئے اور اپنے ماموں کا شافعی مسلک ترک کردیا مسلک حنفی کی تحقیق میں مشغول ہوگئے۔ آخر اپنی تحقیق وجستجو

میں اس مقام پر پہنچے جس کے نتیجہ میں حدیث کی کتاب ''کتاب الآثار معانی الآثار'' وجود میں آئی۔

(طحاوی شریف)

یہ کتاب فقہ حنفی کی احادیث کی ان کتابوں میں شامل ہے جنہیں ''امہات الکتب'' کہا جاتا ہے۔ ہزار سال گزر گئے آج بھی کتاب کی وہی شان ہے جو اپنے دور میں معروف تھی۔

جب یہ کتاب وجود میں آئی تو امام طحاویؒ فرمایا کرتے تھے۔

اگر آج میرے ماموں امام مُزنیؒ باحیات ہوتے اور میری یہ کتاب دیکھتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتے۔ فرحمة الله تعالیٰ علیه و مغفرته

وہ اصحاب رسولؐ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے ملاقات کی اور احادیث نقل کیں

جامع المسانید کے مرتب امام الخوارزمیؒ لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے میں کسی محدث وفقیہ کا اختلاف نہیں البتہ کتنے اصحابِ رسول کو دیکھا ہے اس میں بعض نے اختلاف کیا ہے۔لیکن امام الخوارزمیؒ المتوفی ۶۶۵ھ نے تعداد بھی ثابت کی ہے لکھتے ہیں۔

جن اصحابِ رسولؐ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات ہوئی ہے ان کی تعداد (۶) چھ مرد صحابی اور ایک خاتون صحابیہ ہے دوسرا قول سات مرد صحابی اور ایک خاتون صحابیہ کا ہے۔

علامہ ابن سعدؒ جو اسلامی تاریخ کے مستند مؤرخ ہیں جن کی تحقیق پر ائمہ ومحدثین کا اتفاق ہے لکھتے ہیں:

> امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ صحابی رسولؐ کو دیکھا ہے اس روایت کی سند پر کوئی اعتراض نہیں اس لیے ان کو طبقہ تابعین میں شمار کیا گیا۔

علا ابن حجرؒ مکی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن آٹھ اصحاب رسول کو پایا ہے۔ وہ یہ حضرات ہیں۔

(طبقات ابن سعدؒ)

امام ابوحنیفہؒ اصحاب رسول سے نقلِ حدیث

(۱) حضرت انس بن مالکؓ (۲) عبداللہ بن ابی اوفیؓ (۳) سہل بن سعیدؓ (۴) ابوالطفیل عامرؓ (۵) حضرت عبداللہ بن انیسؓ (۶) واثلۃ بن الاسقعؓ (۷) عبداللہ بن الحارثؓ (۹۹ھ) (۸) سیدہ عائشہ بنت عجرہؓ۔

امام ابوحنیفہؒ کا اصحاب رسول ﷺ سے نقل حدیث

(۱) حدیث:

ابو یوسف عن ابی حنیفہؒ انه قال سمعت انس بن مالکؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔

(۲) حدیث:

عن ابی داؤد الطیالسی عن ابی حنیفه انه قال ولدتُ سنته ثمانین و قدم عبدالله بن انیسؓ الکوفه سنة اربع و تسعین و سمعت منه و انا ابن اربع عشره سنة سمعته یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حُبُّکَ لِلشَّیْءِ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ.

(۳) حدیث:

یحي بن معین عن ابی حنیفه عن عائشة بن عجرهؓ قالت قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم اَكْثَرُ جُنْدِ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ، اَلْجَرَادُ لَا آكُلُهُ وَلَا اُحَرِّمُهُ.

(۴) حدیث:

ابويوسف عن ابى حنيفه قال وُلِدْتُ سنَةَ ثَمَانِيْنَ، وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِى سنةَ سِتَّةَ وَتِسْعِيْنَ وَ اَنَا ابْنَ سِتَّةَ عَشَرَ سنة فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَالْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلَقَةً عَظِيَمَةً قُلْتُ لَاَبِىْ حَلَقَة مِنْ هٰذَا؟ قَالَ حَلَقَةُ عَبْداللّٰهِ بنْ جُزَءَ الزُبَيْدِى صَاحِب رسُوْلِ اللّٰه صلى الله عليه وسلم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ وَمَنْ تَفقَّهَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهِ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُهُ.

(۵) حدیث:

ابويوسف عن ابى حنيفه عن انس بن مالكؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قَالَ الدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كفَاعِلِهِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَان.

(۶) حدیث:

عن ابى سعيد عن ابى حنيفه انه قال سمعت واثله بن الاسقعؓ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ لَا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةً لِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهُ اللّٰهُ وَ يَبْتَلِيْكَ.

نوٹ:

اس قسم کی ساری احادیث میں صرف ایک واسطہ صحابی رسول کا ہے ایسی حدیث کو احادیث رسول ﷺ کا سب سے بڑا درجہ شمار کیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا تابعین کرام سے نقلِ حدیث

(۱) ابوحنیفة عن عطا بن ابی رباح عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم اِنَّهٗ قَالَ مَنْ سُئِلَ عِنْ عِلْمٍ فَکَتَمَهٗ اُلْجِمَ ، یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ نَّارٍ.

(۲) ابوحنیفة عن عطا بن ابی رباح عن جابر عن عبداللہؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کُلُّ مَعْرُوْف فَعَلْتَهٗ اِلیٰ غَنِیٍّ اَوْ فَقِیْرَ صَدَقَةٌ.

(۳) ابوحنیفة عن عطا بن ابی رباح عن عبدالله بن عمرؓ قَالَ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهِیُ عِنِ الْمُنْکَرِ فَرِیْضَةٌ، قُلْتُ فَمَنْ تَرَکَهٗ کَفَرَ قَالَ لَا.

(۴) ابوحنیفة عن عطا بن ابی رباح عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم اِنَّهٗ قَالَ زُرْ غِباً تُزْدَدْ حُبّاً.

(۵) ابوحنیفه عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ اِعْتَذَرَ اِلَیْهِ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ فَلَمْ تُقْبِلَ عُذْرَهٗ فَوِزْرُهٗ کَوِزْرِ صَاحِبِ مُکْسٍ (ای عشاره)

(۶) ابو حنیفه عن عبدالکریم بن معقل عن عبدالله بن مسعودؓ
اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ

جامع المسانید:ج ۱، ص: ۷۸۔۹۸)

نوٹ: مذکورہ احادیث کی پوری سندیں کتاب جامع المسانید میں دیکھی جائیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل حدیث

(۱) ابوحنیفة عن محمد بن الزبیرؓ عن الحسن عن عمران بن الحسینؓ قال قال رسولُ الله صلی الله علیه وسلم مَنْ نَذَرَ اَنْ یُطِیْعَ لِلّٰهَ فَلْیُطِعْهُ وَ مَنَ نَذَرَ اَنْ یَعْصِیَهُ فَلا یَعْصِیْهُ ولا نذر.

(۲) ابوحنیفة عن محمد بن الزبیر الحنظلی عن الحسن عن عمران بن الحسین قال قال رَسولُ الله صلی الله علیه وسلم لَا نَذَرَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَ کفارُتُهُ کَفَارَةُ یَمِیْنٍ.

(۳) ابوحنیفة عن اموسی عن عبدالله بن شداد عن جابر بن عبداللهؓ ان رسولُ الله صلی الله علیه وسلم قال مَنْ کَانَ لَهُ اِمَام فَقِرَاةُ الامام لَهُ قراء ة.

(۴) ابوحنیفه عن علی بن الاقمر عن مسروق عن عائشةؓ قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَضَعُ خَشبَةً فِیْ حَائِطِهٖ فَلا یَمْنَعَهُ.

(۵) ابوحنیفه عن سماک بن حرب عن ابی صالح (ذکوان) عن ام هانی قالت قُلْتُ یارسول الله صلی الله علیه وسلم مَا

كَانَ المنكر الذى كانوا يأتون فى ناديهم؟ قَالَ كَانُوْا يَخْذِفُوْنَ وَيَسْخَرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الطَّرِيْقِ.

(٦) ابوحنيفة عن الشعبى عن مسروق عن عائشةؓ اَنَّ رسولَ اللہ صلى الله عليه وسلم تَوَضَأ ذَاتَ يَوْمٍ فَجَاءَ تْ الْهِرَّةُ فَشَرِبَتْ مِنَ الْاِنَاءِ فَتَوَضَّأ رَسولُ الله صلى الله عليه وسلم مِنْهُ.

(٧) ابوحنيفة عن عبدالملک عن فزعة عن ابى سعيد الخدرىؓ قَال قَال رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لَاصَلوٰةَ بَعْدَ الغِدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعُ الشَّمْسُ وَ لَا بَعْدَ الْعَصرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ وَلَا يَصَامُ هَذَانِ الْيَوْمَانِ الْاَضْحىٰ وَالْفِطر.

(٨) ابوحنيفة عن عبدالملک عن ربعى عن حذيفة بن اليمانؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اِقْتَدُوْا بِالدِيْنَ مِنْ بَعْدِىْ اَبِىْ بكرؓ، وعمرؓ، وَاهْتَدَوْا بِهدىٰ عمارؓ، تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ اِبْن ام معبدؓ.

(٩) ابوحنيفة عن ابى اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن على كرم الله وجهه اِنَّهُ كَانَ فِى بَيْتِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم سَتر فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَابْطَاء جبرئيلُ عليه السلام ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ: مَا اَبْطَاکَ عَنِّىْ؟ قَالَ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتاً فِيْهِ كَلبٌ وَلَا تَمَاثِيْلُ فَاقْبط السِتْرَ وَلَا تُعَلِّقهُ وَاقْطَعْ وَ اَخرجَ هَذا الجرو.

اصحاب رسولؐ سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) امام ابو یوسفؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۲) امام ابوداؤد طیالسیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے سنا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ صحابی رسولؐ (المتوفی ۹۴ھ) شہر کوفہ تشریف لائے میری عمر اس وقت چودہ سال تھی میں نے آپ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ چیز کی (بیجا) محبت اندھا و بہرہ کر دیتی ہے۔

(۳) امام یحی بن معینؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا میں نے سیدہ عائشہؓ بن عجرہؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی مخلوقات میں زمین پر ٹڈی دل کی تعداد بہت بڑی ہے میں نہ اس کو کھانا پسند کرتا ہوں اور نہ اسکو حرام قرار دیتا ہوں (یعنی اس کا کھانا جائز ہے)

(۴) امام ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے

فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کیا جب کہ میری عمر سولہ سال تھی۔ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو ایک بڑا علمی حلقہ دیکھا میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ علمی حلقہ کس کا ہے؟ میرے والد نے فرمایا یہ عبداللہ بن جزء زبیدیؓ صحابی رسولؐ کی مجلس ہے اس پر میں آگے بڑھا وہ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص اللہ کے دین کا علم حاصل کرتا ہے اللہ اس کی ہر ضرورت کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کو ایسے ذرائع سے رزق دیتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔

(۵) امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک عمل کی نشاندہی کرنا نیکی کرنے والے کے برابر ہے اور اللہ غمگین کی فریاد کو پسند کرتے ہیں۔

(۶) ابوسعید امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا میں نے حضرت واثلہ بن الاسقعؓ صحابی رسولؐ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کو تہمت نہ لگاؤ (کہیں ایسا نہ ہو جائے) اللہ اس کو محفوظ کردے اور تم کو اس تہمت میں مبتلا کردے۔

تابعین کرام سے نقل احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے کوئی حق بات پوچھی گئی اور اس نے اس کا اظہار نہ کیا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا: آپ نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی (خواہ چھوٹی یا بڑی) کسی بھی غریب یا امیر کے ساتھ کی جائے وہ صدقہ (بڑی نیکی) ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: نیکی کی دعوت دینا اور برائی کو روکنا اہم فریضہ ہے۔ میں نے پوچھا کوئی اس عمل کو ترک کردے تو کیا کافر ہوگا؟ فرمایا نہیں۔

(۴) ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دن آڑ (وقفہ وقفہ

سے) ملاقات کرلیا کرو اخلاص ومحبت میں اضافہ ہوگا۔

(۵) ابوحنیفہؒ نافع سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے اپنی کسی خطا پر اخلاص کے ساتھ معافی چاہ لے۔ لیکن اس شخص نے اسکو معاف نہ کیا تو یہ ایسا بڑا گناہ ہے جیسے ظلماً ٹیکس لینے والے ظالم کا ہوا کرتا ہے۔

(۶) ابوحنیفہؒ نے عبدالکریم بن معقلؒ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچی ندامت (شرمندگی) کا نام توبہ ہے۔

ضروری نوٹ:

مذکورہ احادیث صحیحہ کی پوری سندیں کتاب جامع المسانید، ج:۱، ص:۷۸۔۹۸ پر مطالعہ کی جائیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) ابوحنیفہؒ محمد بن الزبیرؒ سے اور وہ حسن بصریؒ سے اور وہ عمران بن الحصینؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ سے نذر مانگی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اس کو اطاعت کرنی چاہیے۔ اور جس نے گناہ کرنیکی نذر مانی اس کو گناہ نہ کرنا چاہیے۔ (بلکہ قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہیے)

(۲) ابوحنیفہؒ محمد بن الزبیر سے اور وہ حسن بصریؒ سے اور وہ عمران بن الحصینؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر جائز نہیں (اس کو توڑ دینا چاہیے) اور اس نذر کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔

(۳) ابوحنیفہؒ موسیٰ بن ابی عائشہ سے اور وہ عبداللہ بن شداد سے اور وہ جابر ابن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں (یعنی مقتدی ہو) تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت شمار ہوگی (مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہیے بلکہ خاموش کھڑا رہنا چاہیے۔)

(تفصیلی روایات کے لیے دیکھئے شرح مسند ابی حنیفہؒ ج 1، ملاعلی قاریؒ ذکر اسناد موسیٰ بن ابی عائشہ ص: ۳۰۷)

(۴) ابوحنیفہؒ علی بن الاقمرؒ سے اور وہ مسروقؒ سے اور وہ عائشہ صدیقہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا پڑوسی تمہاری دیوار پر اپنی لکڑی رکھنا چاہتا ہو تو اسکو منع نہ کرو (کیونکہ پڑوسی کے بہت سارے حق ہوا کرتے ہیں۔)

(۵) ابوحنیفہؒ، سماک بن حرب سے اور وہ ابوصالح ذکوان سے اور وہ ام ہانیؓ سے، ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا (قوم لوط کا) وہ کونسا عمل (گناہ) تھا جو اپنی مجلسوں میں علی الاعلان کیا کرتے تھے؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ عام راستوں پر اپنی مجلس بنا کر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں اور نئے مسافروں پر کنکر پتھر مارا کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے (اس کے علاوہ اور بھی گناہ کرتے جس کا ذکر سورہ عنکبوت آیت ۲۹ میں بیان کیا گیا ہے)۔

(۶) ابوحنیفہؒ امام شعبیؒ سے اور وہ مسروق سے اور وہ عائشہ صدیقہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی برتن سے وضو کر رہے تھے کہ ایک بلی آئی جس نے برتن میں منہ ڈال کر پانی پی لیا۔ آپ نے اسی بقیہ پانی سے وضو کر لیا۔ (یعنی بلی کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں ہوتا)

(۷) ابوحنیفہؒ عبدالملک سے اور وہ قزعہ سے اور وہ ابوسعید الخدریؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز درست نہیں جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز درست نہیں جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور عید الفطر اور

عیدالاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھا جائے۔

(۸) ابوحنیفہؒ، عبدالملک سے وہ ربعی سے وہ حذیفہ بن الیمان سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی تقلید کرو اور عمار بن یاسرؓ کی راہ اختیار کرو اور عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

(۹) ابوحنیفہؒ ابواسحاقؒ سے وہ عاصم بن ضمرہؒ سے اور وہ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ پر ایک پردہ تھا جس پر چند تصاویر تھیں۔ جبرئیل امین اپنے وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کر کے تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل آپ نے کیوں تاخیر کی؟ فرمایا ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔ (آپؐ نے فرمایا) پردہ زمین پر بچھا دو اس کو لٹکاؤ نہیں تصویر کاٹ دو اور اس کتے کو نکال باہر کرو۔

(جرو کتے کے چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے معلوم نہیں بیت رسول ﷺ میں کس طرح داخل ہو گیا تھا۔)

سفرِ آخرت

امام ابوحنیفہؒ کو اپنی زندگی میں جہاں بیشمار مصائب ومشکلات سے سابقہ پڑا، ان میں ایک بہت بڑی آزمائش یہ بھی تھی جس کو امام صاحب کے صبر واستقامت نے شکست دیدی وہ اپنے عہد کے ظالم ونفس پرست حکمرانوں کے خلاف آخری عمر تک جہاد کرتے رہے ہیں۔ ملک پر جو بھی حکمراں مسلط ہوتا وہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنا ہمنوا بنانیکی فکر کرتا اور ان کو اپنی حکومت کی ذمہ داریاں سونپے کی کوشش کرتا لیکن امام ابوحنیفہؒ نے ایک دن کے لیے بھی حکومت کی کوئی ذمہ داری نہ لی، امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی دور کی دو بڑی حکومتوں کو پایا ہے خلافت بنوامیہ کا آخری دور جس میں ظالم وسفاک قسم کے حکمران بھی تھے اور نیک وعدل پسند خلفاء بھی۔

دوسری حکومت بنوعباس کی تھی جو بنوامیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار المتوفی ۱۳۲ھ کے بعد وجود میں آئی۔ عباسی خلیفہ سفاح المتوفی ۱۳۶ھ کے بعد ابوجعفر منصور (المتوفی ۱۵۸ھ) کا عہد شروع ہوا یہ حکمراں اگرچہ عالم وفاضل تھا، علم واہل علم کا قدردان لیکن اپنی اور اپنے ملک کی خلافت کا دلدادہ، حریص وطماع قسم کا انسان تھا اس کا خیال تھا کہ حکومت کے اقتدار کو اپنے لیے مضبوط اور پائیدار کرنے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کی تائید ونصرت ضروری ہے۔ اس کے لیے وہ سابقہ خلفاء بنوامیہ کی تقلید میں امام ابوحنیفہؒ کو حکومت میں

شریک کرنے اور اس کا ساتھ لینے کی فکر میں پڑ گیا ہزار ہا حیلے حوالوں کے ذریعہ ملک کی عدالت کا اعلیٰ ترین سربراہ (قاضی القضاۃ) کا عہدہ پیش کیا لیکن امام ابوحنیفہؒ نے جو رویہ خلفاء بنوامیّہ کے ساتھ اختیار کیا تھا وہی معاملہ ابوجعفر منصور کے ساتھ رکھا اور حکومتی معاملات میں کسی بھی قسم کی شراکت قبول نہ کی۔ آخر کار سابقہ آزمائش سے دوچار ہو گئے۔ جو خلفاء بنوامیہ نے آپ کے ساتھ اختیار کر رکھی تھیں، امام ابوحنیفہؒ کا یہ دور نہایت صبر آزما، سنگین قسم کا تھا خلفاء بنوامیہ تو تھک ہار کر رخصت ہو گئے لیکن خلفاء بنوعباس تازہ دم امام ابوحنیفہؒ کے پیچھے پڑ گئے۔

امام ابوحنیفہؒ اگرچہ عدالت عالیہ کے منصب اور حکومت کے اس جاہ وجلال والے عہدے سے بخوبی واقف تھے لیکن حکمرانوں کی نیت اور ان کے اغراض ومقاصد سے بھی واقف تھے۔ یہ لوگ اپنے اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے کی فکر میں ہر وہ حربہ اختیار کرتے جس کی انہیں ضرورت پڑتی خاص طور پر عوام کی تائید وتقویت لینے کے لیے ان اہل علم وفضل حضرات کا تعاون ضروری خیال کرتے جن کی حکومت عوام کے قلوب پر ہوا کرتی تھی جب کہ عوام حکمرانوں کے آگے صرف اپنا سر جھکایا کرتے تھے۔

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح امام ابوحنیفہؒ کو اپنے مقاصد فاسدہ اور عزائم قبیحہ کا آلہ کار بنانا چاہا، جس کو امام ابوحنیفہؒ کی ایمانی فراست اپنی ظاہری وباطنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی بھلا وہ ایسے مکروفریب میں کیونکر آسکتے تھے۔

خطیب البغدادی لکھتے ہیں۔

خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو عدالت کا قاضی القضاۃ (چیف

جسٹس) عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ کسی طرح نہ مانے اس پر اس نے امام صاحب کو جیل میں ڈال دیا۔ اور اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ ہر روز بیس کوڑوں کی سزا بھی مقرر کر دی۔ (خطیب البغدادی، ج:۱۳، ص:۳۲۸)

امام مؤفق الدینؒ لکھتے ہیں کہ ابوجعفر منصورؒ کے یہ بیس کوڑے ننگے بدن پر برسائے جاتے تھے ضرب کی شدت سے کمر کا خون پیر کی ایڑیوں تک آجاتا۔

مناقب صدر الائمہ، ج:۱، ص:۲۱۵)

امام احمد بن حنبلؒ المتوفی ۲۴۱ھ اپنی حیات میں امام ابوحنیفہؒ کی اس آزمائش کو یاد کر کے آنسو بہاتے تھے اور ان کے حق میں دعاء رحمت ومغفرت کیا کرتے۔

(الخیرات الحسان ج:۱، ص:۵۹)

خلیفہ ابوجعفر منصور کی یہ سزا چار سال تک جاری رہی جب اس نے دیکھا کہ ابوحنیفہؒ کسی طرح بھی حکومت کا ساتھ دینا نہیں چاہتے تو امام صاحب کو جیل میں ہی زہر دیدیا گیا۔ انا للہ انا الیہ راجعون

خطیب بغدادی کے الفاظ ہیں، **ثم سقاہ سماً فمات**

(بغدادی ج:۱۳، ص ۳۳۰)

امام موصوف نے جب زہر کا اثر محسوس کیا تو سجدے میں گر پڑے اسی حالت میں روح نے کوچ کیا۔ سن ۱۵۰ھ کا تھا مہینے کے بارے میں دو قول ہیں ماہِ رجب، ماہِ شعبان۔

رحم اللہ عبداً کان صدیقا شہیداً سقاہ اللہ من انہار الجنان.

خادم الکتاب والسنہ

محمد عبدالرحمٰن (حال مقیم جدہ)

۶ محرم ۱۴۱۳ھ

مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہری استاذ حدیث وتفسیر
بانی مجلس علمیہ حیدرآباد دکن (ہند)

(تصنیفات)

(۱) ''ہدایت کے چراغ'' (سیرت انبیاء کرام) قرآنی انبیاء رسل کی دعوت وتبلیغ اور قرآنی واقعات پر محققانہ تبصرہ اور قرآنی نصائح وغیرہ، صفحات ص، ۱۴۰۰ (دو جلدوں میں)

(۲) ''قرآنی تعلیمات''، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب مسائل السلوک کی عام فہم وتوضیح وتشریح۔ صفحات: ۷۵۰

(۳) ''فرامین رسول، صحابہ کرام کے سوالات''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس جوابات اور ان کی تشریح۔ صفحات: ۳۱۲

(۴) ''فتاویٰ رسول اکرمؐ'' (عربی صفحات: ۴۰۸ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ۔

(۵) ''کاروانِ حیات'' جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) سے ساحل جدہ (سعودی عرب تک) مصنف کے تحصیل علم اور دعوت وتبلیغ کی صبر آزما دور پر ہجوم آپ بیتی، ۔صفحات: ۳۵۸

(۶) ''سیرت تابعین''، اکیس جلیل القدر تابعین کی سیرت وحیات۔ صفحات: ۳۵۲

(۷) ''منتخب دعائیں'' (دعاؤں کی بڑی کتاب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع دعاؤں کا مجموعہ۔ مع تشریحات۔ صفحات: ۲۰۰

(۸) ''مختصر سیرت نبوی'' (سراجاً منیراً) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی وخاندانی سیرت۔ صفحات: ۱۵۰

(۹) ''آخری سفر'' (سکرات سے تدفین تک) اردو، انگریزی) میت کے لیے جملہ ہدایات قرآن وحدیث وآثار صحابہ کی روشنی میں۔ صفحات: ۴۸

(۱۰) ''یوم عظیم'' قیامت کا دن، قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ صفحات: ۳۱۱

(۱۱) ''رسول اکرم ﷺ کی اذان ونماز'' تراویح، وتر، عیدین، صلوۃ جنازہ وغیرہ۔ صفحات: ۵۰

(۱۲) ''اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں'' حیات وکارنامے، بانی مذہب بریلوی کے اختلاف کی مستند تاریخ اور ان کی آخری زندگی کے کارنامے ''عبرت ہی عبرت''۔ صفحات: ۱۰۰

(۱۳) ''اصحاب رسول کی یادیں'' ایک سو ایک (۱۰۱) عظیم المرتبت اصحاب رسول کا تذکرہ۔ صفحات: ۱۸۵

(۱۴) ''امام اعظم ابوحنیفہؒ (حیات وکارنامے)''، عظیم الشان سیرت، خدمات عالیہ۔ صفحات: ۲۰۰

(۱۵) ''حج وعمرہ کا عملی طریقہ'' حج وعمرہ کا عمل یکے بعد دیگر، زیارت نبوی، مسجد نبوی، جنت البقیع (مدینہ منورہ)۔ صفحات: ۵۰

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری اُستاذ حدیث وتفسیر

خلیفہ مجاز محی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کی

''تصنیفات''

(۱) ہدایت کے چراغ ﴿سیرت انبیاء کرام﴾ دو جلد۔ انبیاء ورسل کی دعوت وتبلیغ اور قرآنی واقعات پر محققانہ کتاب۔ صفحات (۱۴۰۰)

(۲) ﴿قرآنی تعلیمات﴾ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''مسائل السلوک'' کی عام فہم توضیح وتشریح۔ صفحات (۷۵۰)

(۳) ﴿فرامین رسولؐ﴾ صحابہ کرامؓ کے سوالات، رسول اللہ ﷺ کے مقدس جوابات اور ان کی تشریح۔ صفحات (۳۱۲)

(۴) ﴿فتاویٰ رسول اکرمؐ﴾ (عربی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ شریفہ صفحات (۴۰۸)

(۵) ﴿یوم عظیم﴾ حوادث قیامت کی قرآنی تشریح۔ صفحات (۳۱۱)

(۵) ﴿سیرت تابعین﴾ اکیس جلیل القدر تابعین کی سیرت، حیات اور کارنامے۔ صفحات (۳۵۲)

(۶) ﴿منتخب دعائیں﴾ (دعاؤں کی بڑی کتاب) رسول اللہ ﷺ کی جامع دعاؤں کا مجموعہ مع تشریحات صفحات (۲۰۰)

(۷) ﴿مختصر سیرت نبویؐ﴾ (سراجاً منیراً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی وخاندانی سیرت (صفحات ۱۵۰)

(۸) ﴿آخری سفر سکرات سے تدفین تک﴾، جملہ ہدایات قرآن وحدیث وآثار صحابہ کی روشنی میں (صفحات ۴۸)

(۹) ﴿کاروان حیات﴾ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ساحل جدہ سعودی عرب تک مصنف کے تحصیل علم اور دعوت وتبلیغ کی صبر آزماں آپ بیتی (صفحات ۳۸۴)

(۱۰) ﴿مولانا احمد رضا خان ''حیات اور کارنامے''﴾ علمائے بریلی کے اختلاف کی مستند تاریخ، علمائے بریلی کے ستر سالہ کارناموں کی روئیداد، علمائے دیوبند عقائد کی مکمل دستاویز، علمائے حرمین شریفین کی تصدیقات

(۱۱) نئی تالیف: اِمام ابوحنیفہؒ حیات وکارنامے: کتاب منظر عام پر آچکی ہے۔

RABBANI
BOOK DEPOT
1813, Shaikh Chand Street, Lalkuan, Delhi-110 006,
Mob. : 91-9811504821, Fax : 011-23982786,
E-mail : rabbaniprinters@rediffmail.com